اِرشَادُ الصَّوَاب
لِمَنْ وَقَعَ فِی بَعْضِ الأَصْحَاب

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں
پیدا ہونے والی بعض غلط فہمیوں کا ازالہ

مصنفہ

نعمان ثانی مخدوم عبد الواحد سیوستانی حنفی نقشبندی
(متوفی ۱۲۲۴ھ)

ترجمہ و تحقیق و تخریج

شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی

رابطہ: 021-32439799

نام کتاب	:	اِرْشَادُ الصَّوَاب لِمَنْ وَقَعَ فِيْ بَعْضِ الْأَصْحَاب
		صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں پیدا ہونے والی بعض غلط فہمیوں کا ازالہ
تصنیف	:	نعمان ثانی مخدوم عبدالواحد سیوستانی حنفی نقشبندی
ترجمہ وتحقیق وتخریج	:	شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی
سن اشاعت	:	رجب المرجب 1434ھ۔جون 2013ء
سلسلۂ اشاعت نمبر	:	230
تعداد اشاعت	:	3300
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)
		نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی فون 32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو "مَا كَانَ وَ مَا يَكُوْنُ" کا علم عطا فرمایا یعنی، جو ماضی میں ہو گیا اور جو مستقبل میں ہو گا اس سے آگاہ فرمایا ہے تو نبی کریم ﷺ نے جو کچھ ہونا تھا اُس میں سے بہت کچھ بیان بھی فرما دیا۔ ان میں سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین نزاع کا واقع ہونا بھی ہے۔ پھر آپ نے دیکھا کہ آئندہ کچھ لوگ حضرت کے صحابہ کرام کو بُرا کہیں گے تو آپ نے جہاں اپنے اہل بیت کی عظمت وشان کو بیان کیا وہیں صحابہ کرام کے احترام کا بھی درس دیا، چنانچہ فرمایا:

لا تسبوا أصحابي فلو ان أحدكم انفق مثل أحد ذهباً ما بلغ مد احدهم و لا نصيفه (مشكوٰة المصابيح، باب مناقب صحابة)

یعنی، میرے صحابہ کو بُرا بھلا نہ کہو اگر تم میں سے کوئی ایک اُحد کی مثل سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد اور نہ اس کے نصف کے برابر ہو سکتا ہے۔

کچھ لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن وتشنیع کرتے ہیں، جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سرکار علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال کثیرہ موجود ہیں جو ان کی انفرادی شان کو اجاگر کر رہے ہیں جیسا کہ "بخاری شریف" میں ہے کہ سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی فوج سمیت نبی کریم ﷺ نے مسلمان گروہ قرار دیا ہے۔ "ترمذی شریف" میں ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ دعا فرمائی: "اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والا، ہدایت یافتہ بنا اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے"۔ اور "مسلم شریف" میں ہے کہ "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے کاتب تھے"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میری طرف سے قتل ہونے والے اور معاویہ کی طرف سے قتل ہونے والے سب جنتی ہیں"۔ (المعجم الکبیر)

اور کچھ لوگ حالات وواقعات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جس سے تاثر یہ ملتا

ہے کہ ان حضرات میں آپس میں سخت عداوت تھی حالانکہ یہ سراسر جھوٹ ہے جس کی مثال مندرجہ ذیل ہے:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یہاں کچھ لوگ ہیں جو حضرت معاویہ کو جہنمی کہتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی ان پر لعنت ہو، انہیں کیا خبر کون جہنمی ہے۔ (الاستیعاب)

حضرت معاویہ کی ذات تو وہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے بنی اُمیہ کی حکومت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولایت کی خبر دی اور فرمایا "معاویہ آخر عمر میں تم امت کے حاکم ہو گے اور جب تم حاکم ہو تو نیکوں کی صحبت اختیار کرنا اور بُروں سے دُور رہنا"۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "مجھے اسی دن سے امید تھی کہ میں حکومت کروں گا"۔ (مدارج النبوت، جلد اول)

لہٰذا ایک ایسا وقت آیا کہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے امرِ خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا، تو آپ اسلامی ریاست کے متفقہ حاکم قرار پائے اور اسلامی ریاست کی توسیع وترقی اور دنیا میں اسلام کے غلبہ اور استحکام کے لئے بہترین خدمات انجام دیں۔ موجودہ حالات کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب کو بیان کرنا اور اُن کے دفاع میں قلم اُٹھانا اور احقاق وتحقیق کی راہ اور افراط وتفریط کے کانٹوں سے اپنے دامن کو الجھائے بغیر ساحل مراد پر پہنچنا آسان کام نہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایسی شان کے مالک ہیں جنہیں دربارِ رسالت ﷺ سے ہادی مہدی اور ذریعہ ہدایت کی دعاؤں کے تحائف ملتے رہے، زبانِ نبوت سے ان کے فضائل بیان ہوتے رہے۔

جہاں محدثین عظام اور علماء کرام نے کُتب احادیث وتراجم میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل، خصائل ومناقب کے اظہار کے لئے مستقل ابواب باندھے ہیں وہیں آپ کی شان کے بیان اور آپ پر بدمذاہب لوگوں کی طرف سے کئے گئے

اعتراضات کے مُسکت جوابات پر مشتمل مستقل کتب ورسائل تحریر کئے ہیں جیسے شیخ الاسلام ابن حجر مکی کی "تطہیر الجنان" اور علامہ عبد العزیز پرہاروی کی "الناھیۃ عن طعن امیر المؤمنین معاویۃ رضی اللہ عنہ"، علامہ ابو معاذ بن محمود بن امام کی "اسکات الکلاب العاویۃ بفضائل خال المؤمنین معاویۃ رضی اللہ عنہ"، استاذ العلماء حضرت علامہ محمد علی نقشبندی کی "دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ" وغیرہا اور انہی میں سے ایک نعمان ثانی مخدوم عبد الواحد سیوستانی حنفی (ت ۱۲۲۴ھ) کی عربی زبان میں تالیف "اِرْشَادُ الصَّوَاب لِمَنْ وَقَعَ فِيْ بَعْضِ الْأَصْحَاب" ہے جو مخطوطہ حالت میں سندھ بھر کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہے اور اس میں مخدوم علیہ الرحمہ نے کسی طعن کرنے والے کے طعن کا جواب دے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع فرمایا ہے۔ اس گراں قدر نایاب رسالہ کا ہمارے استاذ شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ نے اردو زبان میں ترجمہ کیا اور اس میں وارد نصوص کی تخریج فرمائی اور کئی مقامات پر بہت ہی مفید حواشی تحریر کئے ہیں۔ اس طرح یہ رسالہ پہلی بار منظر عام پر آ رہا ہے جسے جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) اپنے سلسلۂ اشاعت کے ۲۳۰ ویں نمبر پر شائع کرنے کا اہتمام کر رہی ہے۔ اور یہ ادارہ اس سے قبل بھی مختلف نایاب رسائل کے تراجم بمعہ تخریج وتحقیق شائع کر چکا ہے، خصوصاً مخدوم عبد الواحد علیہ الرحمہ کے تین رسائل "اصدق التصدیق، اربعین، تیسیر القدیر" اس سے قبل ادارہ کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں، اس طرح مخدوم علیہ الرحمہ کا یہ چوتھا رسالہ ہو گا جسے ادارہ شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخدوم علیہ الرحمہ کی مرقد پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور مفتی صاحب اور اراکین جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کی سعی کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے مفید بنائے۔

فقط

سید رحمت علی شاہ

المدرس بجامعۃ النور

تقریظ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محترم المقام علامہ المفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ کا مترجمہ ومحققہ کتاب بنام "ارشادُ الصَّواب لِمَنْ وَقَعَ فِيْ بَعْضِ الْأَصْحَاب" مصنفہ حضرت استاذ العلماء علامہ مخدوم عبدالواحد سیوستانی حنفی نقشبندی المتوفی ۱۲۲۴ھ اول وآخر پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

جو حضرت علامہ مخدوم علیہ الرحمۃ کی ایک اہم قدیمی قلمی غیر مطبوعہ کتاب ہے اور اس میں جملہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف، فضائل ومناقب، بالخصوص اُن کے درمیان ملکی معاملات میں مشاجرات کے حوالے سے علمی بحث کی گئی ہے اور حضرت علامہ مخدوم علیہ الرحمۃ نے احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولہ فقہاء کرام علیہم الرحمۃ کے اقوال کی روشنی میں بحث کرنے سے جن مرویات کے ذریعہ منع کیا گیا ہے مدلل تحریر کیا ہے اور مسلکِ اعتدال پر عمل کرنے کا اسلوب بتایا ہے۔

بالخصوص خلافات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو عام گفتگو میں بیان کرنے سے سخت منع فرمایا گیا ہے، اور حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ نے منطقی وعلمی دلائل سے واضح کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کے مطابق جب حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں حق خلافت جو اُن کا قانونی حق تھا اس حق سے دست بردار ہوگئے اور اُن کی خلافت کو تسلیم کرلیا تو یہ اختلاف یہیں ختم ہونا چاہئے تھا۔ لیکن مفاداتی گروہ، بالخصوص خوارج نے ان اختلافات کو دوبارہ اٹھایا جو اب تک کسی نہ کسی صورت میں اب تک جاری ہے اور دوسری جانب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل ومناقب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حدیث کے نصف جملے پر اکتفا کر کے امتِ اسلامیہ کو گمراہ کیا جارہا ہے۔ اس عمل میں علماءِ اہلسنّت ہوں یا اہلِ تشیع دونوں ہی شریک ہیں حضرت

علامہ مخدوم سیوستانی علیہ الرحمۃ نے کتاب مذکور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مروی حدیث لکھ کر مبرھن ومدلل فرمادیا ہے کہ مذکورہ نصف حدیث کے ذریعہ بھی امت کو تقسیم کرو دیا گیا جو غلط ہے جبکہ اسی حدیث میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علاوہ سیدنا ابوبکر الصدیق، سیدنا عمر بن خطاب سیدنا عثمان بن عفان رضوان اللہ علیہم بھی شامل ہیں اور وہ مکمل حدیث مندرجہ ذیل ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَاَبُوْبَکْرٍ اَسَاسُہَا وَعُمَرُ حِیْطَانُہَا وَعُثْمَانُ سَقْفُہَا وَعَلِیٌّ بَابُہَا۔

یعنی، میں علم کا شہر ہوں ابوبکر اس کی بنیاد، عمر اس کی دیواریں، عثمان اس کی چھت اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

مذکورہ حدیث کی روشنی میں حضرت مخدوم سیوستانی علیہ الرحمۃ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی "مکتوبات" سے ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ اہلسنّت وجماعت کے عقیدہ کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ میرے اصحاب میں جو اختلاف ہو اُن میں سے کسی ایک کے بارے میں کچھ نہ کہو۔ سب کو اچھے الفاظ سے یاد کرو قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" کیونکہ فلاح ونجات کا راستہ یہی ہے کہ کیونکہ صحابہ کرام سے دوستی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ دوستی کا ذریعہ ہے اُن سے بغض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ بغض رکھنے کے مانند ہے۔

"غنیۃ الطالبین" میں بھی حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا یہی عقیدہ بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کو بیان کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ، "تکمیل الایمان" میں لکھتے ہیں کہ جملہ صحابۂ کرام کا تذکرہ خیر کیساتھ آنا چاہئے ہمارے سلفِ صالحین اور علماء مجتہدین کا یہی طریقہ رہا ہے۔

راقم الحروف مکمل ترجمہ وتحقیق پڑھنے کے بعد محترم المقام علامہ المفتی عطاء اللہ نعیمی مدظلہ کو مبارکباد پیش کرتا ہے کہ انہوں نے حضرت مخدوم سیوستانی علیہ الرحمۃ کے قدیم قلمی کتاب کا نہایت ہی سلیس ترجمہ وتحقیق کر کے اصل کتاب دیکھنے سے مستغنی فرمادیا ہے اور حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ کے افکار وخیالات سے متعارف فرماکر ہم جیسے نادانوں کو دانا بنادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف اور مترجم دونوں کو اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

کتبہ

پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری

پروفیسر وسابق چیئرمین شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی و نسلّم علیٰ رسولہ الکریم

اِرشَادُ الصَّوَاب لِمَنْ وَقَعَ فِيْ بَعْضِ الْأَصْحَاب

تمام تعریفیں اُس ذات کے لئے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمایا اور حق کو ایسا برتر فرمایا کہ اُس پر کوئی بھی شئے برتر نہیں ہوسکتی، درود وسلام اُس کے برگزیدہ نبی پر اور آپ کے اصحاب پر جو تاریکیوں میں ہدایت کے چراغ ہیں۔

میں نے علم فقہ کی طرف منسوب ایسے شخص کے وہ اقوال دیکھے جو بعض صحابہ کے حق میں شک پیدا کرنے والے تھے اور مذہب اہلسنّت والجماعت کے خلاف تھے جو اُس نے اہلسنّت کے ایسے علماء کی کُتب سے لئے تھے کہ جن کے نزدیک صحیح اور ضعیف میں کوئی فرق نہیں ہے تا کہ وہ لوگوں کو حق سے بہکا سکے، مجھ سے میرے کچھ بھائیوں نے سوال کیا کہ اُن میں سے جو (باتیں) دلوں میں شک پیدا کرتی ہیں اُن کا میں ردّ کروں اور اس باطل کا اچھے بیان کے ساتھ خاتمہ کیا جائے جو حق کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ اس لئے مجھے جو معلوم ہوسکا وہ میں نے اُن اقوال کے جواب کے طور پر جمع کیا ہے، جو صحیح باتوں کے خلاف ہونے کا وہم پیدا کررہے ہیں، ربُّ الارباب پر توکل کرتے ہوئے شروع کیا ہے، اور اس کا نام "اِرْشَادُ الصَّوَابِ لِمَنْ وَقَعَ فِيْ بَعْضِ الْأَصْحَابِ" (صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں پیدا ہونے والی بعض غلط فہمیوں کا ازالہ) رکھا ہے۔

اُس کا قول: ظالم بادشاہ کی طرف سے قضاء کا عہدہ قبول کرنا جائز ہے یعنی ظالم جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ الخ (شرح مجمع البحرین) (۱)

۱۔ اگر "شرح مجمع البحرین" سے مراد ابن ملک محمد بن یحیٰی کی شرح ہے تو اس میں "مجمع البحرین" کی عبارت کے تحت ہے کہ یعنی، امیر ظالم کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے قضاء کا عہدہ قبول کیا حالانکہ امام حق حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے (حاشیۃ مجمع البحرین، کتاب أدب القاضی، تحت قولہ: یجوز التقلد من الجائر، ص ۷۳۹) اور امام ابوصالح محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں مگر سلطان جائر سے قضاء کا عہدہ قبول کرنا، کیونکہ صحابہ کرام علیہم

اَقول (میں کہتا ہوں کہ): اللہ عز وجل کے دستِ قدرت میں توفیق اور تحقیق کی باگ ہے۔ "بحر الرائق" میں ہے "پوری ہوگئی جب ثابت ہوگیا کہ وہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے آپ کو (امرِ خلافت) سپرد کرنے سے قبل قضاء کے والی تھے" (۲) اور "معراج" (۳) میں ہے کہ "سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اجماع منعقد ہوا ہے جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے حکومت اُن کے حوالے کردی الخ"۔ اس قول کی بنیاد پر جب کہا گیا کہ "وہ ظالم ہے" تو یہ مجاز پر محمول ہوگا اس اعتبار سے کہ وہ پہلے تھا حقیقت کے اعتبار سے نہیں کہ وہم پیدا ہو کہ اب بھی اسی طرح ہے، اور ظلم سے مراد گزشتہ خروج میں ظلم ہے مخلوق پر ظلم کرنا مراد نہیں ہے جیسے "فتح القدیر" میں ہے کہ "خروج میں (ظلم) مراد ہے، آپ کا اپنے فیصلوں اور قضاء میں ظلم مراد نہیں ہے" انتہی (۴) اور آپ کے خروج کا منشاء جب اجتہاد تھا (۵) جیسا کہ اہل سداد علماء نے اسے نقل کیا ہے اس لئے کوئی راستہ نہیں بچا تھا کہ جس سے قیل وقال کو نالا جا سکے۔ اس لئے کہ مجتہد اگر چہ خطا کرے تب بھی ثواب کا اُمیدوار ہوگا تو عتاب اس کی طرف سے کیسے متوجہ ہوگا؟ ہماری

الرضوان نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اعمال کا عہدہ قبول کیا بعد اس کے کہ خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ظاہر ہو چکی اور حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا ان کی باری میں (مسعفة الحکام علی الأحکام، الفصل الثاني، ص ۲۰۹)

۲۔ البحر الرائق، کتاب القضاء، فصل: یجوز تقلید من شاء من المجتهدین، تحت قوله: و یجوز تقلید القضاء الخ، ۶/ ۶۰ ملخصاً، اسی طرح "فتح القدیر" (کتاب القضاء، تحت قوله: یجوز التقلد الخ، ۶/ ۳۶۴) میں ہے۔

۳۔ "المعراج" سے مراد "معراج الدرایة شرح الهدایة" ہے۔

۴۔ فتح القدیر، کتاب القضاء، تحت قوله: و یجوز التقلد الخ، ۶/ ۳۶۴

۵۔ اور ہر مجتہد حق کو پاتا ہے اور خطاء بھی کرتا ہے چنانچہ "الطریقة المحمدیة" میں ہے "و کلّ مجتهد مصیبٌ ابتداءً بالنظر إلی الدّلیل، و قد یخطئ في الانتهاء بالنظر إلی الحکم، لأن الحقّ واحدٌ معین (الطریقة المحمدیة، الباب الثاني، الفصل الأول، ص ۴۲) یعنی، ہر مجتہد ابتداء دلیل کی طرف نظر کرتے ہوئے حق کو پانے والا ہے اور کبھی وہ انتہاء حکم کی طرف نظر کرتے ہوئے خطا کرتا ہے، کیونکہ حق ایک ہے معیّن ہے اور علامہ عبد الغنی نابلسی لکھتے ہیں پس مجتہد خطا کرتا ہے اور حق کو پاتا ہے (الحدیقة الندیة، الباب الثاني، الفصل الأول، ۱/ ۲۹۹)

بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو امام ربانی حضرت مجدِّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے "مکتوبات" (۶) میں ذکر کی ہے کہ "بعض فقہاء کی عبارات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو لفظ "جور" آیا ہے انہوں نے کہا کہ جائر امام تھے، اس سے مراد ہے کہ حضرت امیر (علی) رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اُن کی خلافت کا عدم تحقق ہے وہ جور مراد نہیں ہے کہ جس کا نتیجہ فسق و فجور ہوتا ہے تا کہ یہ قول اہلِ سنّت کے اقوال کے موافق ہو"۔

اُس کا کہنا یعنی "ظالم" اقول (میں کہتا ہوں کہ): "شمس العلوم" میں مذکور ہے کہ "جور" کا معنی ہے سیدھے راستے سے ہٹ جانا، "بیضاوی" میں ہے کہ اسی سے جائر: مائل عن القصد ہے انتہی (۷)۔ "بحر الرائق" کے کتاب القضاء میں ہے، ظلم سے مراد ہے کہ سیدھے راستے سے تجاوز کرنا، انتہی۔ (۸) اور مجتہد کا ظلم کے ساتھ وصف اس اعتبار سے نہیں کہ وہ گنہگار ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ (سیدھے راستے سے) ہٹ جانا موجود ہے اگر چہ یہ متحقق ہے کہ عمد (قصد) مفقود ہے اس کی وضاحت اُس سے ہوتی ہے جو "بحر الرائق" کے کتاب القضاء میں مختلف مسائل میں مذکور ہے۔ صاحب کنز کا قول کہ "یہ وہ میراث ہے جو قرض داروں میں تقسیم کی گئی وہ اُن کا ضامن نہ ہوگا اور نہ کسی وارث کا"۔ (۹) یہ ایک ایسی شئے ہے کہ جس کے لئے بعض قضاۃ نے احتیاط سے کام لیا ہے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے کلام کے ساتھ ظلم ہے، ابن ابی لیلیٰ نے اسے مراد لیا ہے اور اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور صواب (درست) بھی ہوتا ہے، (۱۰) وارد ہے کہ مجتہد جب خطا کرتا ہے تو بغیر کسی اختلاف کے

۶۔ مکتوباتِ امام ربانی، جلد اول، دفتر اول، حصہ چہارم، مکتوب ۲۵۱، ص ۵۸

۷۔ تفسیر البیضاوي، سورة النحل، الآیة: ۹، ۳/ ۲۲۱، و فیه: منها جائر: أي مائل عن القصد، و في "حاشیة الشهاب": حائد بالحاء و الدّال المهملتین اسم فاعل من حاد بمعنی عدل و في نسخة: مائل (حاشیة الشهاب، سورة النحل، الآیة: ۹، ۵/ ۵۵۵)

۸۔ البحر الرائق، کتاب القضاء، مسائل شتی، ۷/ ۷۶

۹۔ کنز الدقائق، کتاب القضاء، باب التحکیم، مسائل شتی، ص ۸۴

۱۰۔ شیخ زین العابدین بن یوسف کورانی لکھتے ہیں قلنا: إن المجتهد یخطئ و یصیب (المسائل المسئولة، المقدمة، ص ۱۲) یعنی، مجتہد خطا کرتا ہے اور صواب (بھی)

اُس کے لئے اجر ہے، (۱۱) اس کی غایت یہ ہے کہ اُس نے کفیل بنانا خطاء ہے ظلم نہیں ہے، لہٰذا استدلال درست نہیں ہوگا۔ اس کا جواب اس طرح دیا گیا کہ امام نے فرمایا کہ وہ "ظلم" اور "میل" ہے، پس "میل" کے ساتھ وصف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ظلم سے مراد شئے کو اس کی جگہ کے غیر میں رکھنا ہے، اطلاق اگر چہ مجازی ہے اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ خطاء کرنے والا ہے، حاصلِ کلام یہ ہے کہ بے شک اس کا وصف اس طور کہ اس کا فعل ظلم ہے جو اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ وہ فی الواقع ظالم ہے، اس معنی میں کہ وہ حرام کا مرتکب ہوا ہے، اگر چہ یہ بات درست ہے کہ کہا جائے وہ ظالم ہے یعنی اپنی جگہ کے غیر میں کفیل لینے سے (۱۲)، مقصود عبارت کی تاویل کرنا ہے اس حیثیت سے کہ یہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا کہ قاضی اُسے کفیل بنانے سے ظالم ہوا کیونکہ اس میں اجر کا ثبوت

۱۱۔ ڈاکٹر محمد مسلم کبیسی نے لکھا ہے کہ یہ جمہور کی رائے ہے (کہ مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور راست بھی ہوتا ہے) اور اس پر خطا کرنے والے کا لفظ بولا جاتا ہے کیونکہ مسائلِ فقہیہ میں حق ایک ہے جس نے اُسے پالیا وہ مصیب ہے اور اُس کے لئے دو اجر ہیں اور جس نے اپنی وسعت کے مطابق سعی کے بعد حق کے ساتھ موافقت نہ ہونے کے سبب خطا کی وہ اپنے اجتہاد پر ماجور ہے اور خطاء پر معذور قرار پائے گا کیونکہ صحیح حدیث میں ہے جسے امام مسلم نے روایت کیا کہ "إذا حکم الحاکم فاجتهد ثمّ أصاب، فله أجران، و إذا حکم فاجتهد، ثمّ أخطأ فله أجر" (صحیح مسلم، کتاب الأقضیة، باب بیان أجر الحاکم الخ، برقم: ۴۵۰۷/ ۱۵ - (۱۷۱۶)، ص ۸۴۵) یعنی، "جب حاکم نے حکم کیا پس اس نے اجتہاد کیا پھر حق کو پایا تو اس کے لئے دو اجر ہیں، اور جب حکم نے حکم کیا پس اس نے اجتہاد کیا پھر خطا کی تو اس کے لئے ایک اجر ہے" اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ ﴿وَ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ فِیْمَاۤ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَ لٰکِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُکُمْ﴾ (الاحزاب: ۵) ترجمہ: اور تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں جو نادانستہ تم سے صادر ہوا، ہاں وہ گناہ ہے جو دل کے قصد سے کرو (تحقیق المسائل المسئولة، ص ۱۲) اور حدیث شریف میں ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا "أحکم علی أنّك إذا أصبت فلك عشر حسنات، و إن أخطأت فلك حسنة" (الحدیقة الندیة، الباب الثاني، الفصل الأول، و کلّ مجتهد مصیب، ۱/ ۳۰۲) یعنی، فیصلہ کر اس پر کہ اگر تو نے حق کو پالیا تو تیرے لئے دس نیکیاں ہیں اور اگر تو نے خطا کی تو تیرے لئے ایک نیکی ہے۔ اور ابن حجر ہیتمی نے "تطهیر الجنان و اللسان" (الفصل الثالث، ص ۴۱۸) میں حدیث شریف نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: "إنّ المجتهد إذا اجتهد و أخطأ فله أجر"

۱۲۔ یعنی جہاں کفیل نہیں لینا تھا اس نے کفیل لیا۔

گناہ کے منافی ہے انتہی۔ (۱۳) اس بنیاد پر کہ وہ ظلم ہے کہ کبھی فعل ترکِ اَولیٰ کی وجہ سے مکروہ ہوتا ہے، "بیضاوی" میں ہے کہ ظالم نام رکھا گیا کہ اُس نے اپنے آپ پر اَولیٰ کو چھوڑ کر ظلم کیا، انتہی (۱۴) مخفی نہیں ہے کہ یہ مجتہد پر اطلاق کے لئے مناسب ہے۔

اور یہ بات کہنا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد ہیں کتبِ حنفیہ کے مخالف ہے الخ، یہ اُن کے مجتہد ہونے کے بارے میں اقوالِ حنفیہ کی تصریح سے آنکھیں بند کرنا اور اس ظلم و جَور کے اطلاق کو اپنی طرف سے کہی ہوئی بات کا نتیجہ بتاتا ہے جب کہ تُو جانتا ہے کہ اُن کے جَور کا منشا خطاءِ اجتہادی ہے اس لئے وہ اجتہاد پر دلیل ہے نہ اس پر کہ انہوں نے فساد کا قصد کیا، وہ بیان جو اُن کے مجتہد ہونے کے بارے میں صریح ہے وہ حضرت مُجدِّد الفِ ثانی علیہ الرحمہ کے "مکتوبات" کی دوسری جلد کے چھتیسویں مکتوب میں ہے، اکابر اہلسنّت کے نزدیک اللہ تعالیٰ اُن کی سعی کو قبول فرمائے، نبی کریم کے اصحاب علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات ایک دوسرے کے ساتھ نزاع اور جھگڑے میں تین گروہ تھے، ایک گروہ دلیل اور اجتہاد کی بنیاد پر حق حضرت امیر (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی طرف سمجھتا تھا، دوسرا گروہ دلیل اور اجتہاد کی بنیاد پر حق دوسری طرف دیکھ رہا تھا، تیسرا گروہ غیر جانبدار تھا مگر اہلسنّت نے اپنے پاس ظاہر ہونے والی دلیل کی بنیاد اس پر ہے کہ حق امیر (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی جانب ہے اور اُن کے مخالف خطا کے راستے پر ہیں اور یہ خطا اجتہادی ہے ملامت و طعن سے دُور ہے تشنیع و تحقیر سے پاک اور مبرّا ہے، حضرت امیر (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا "میرے بھائی باغی ہو گئے ہیں مگر یہ نہ کافر ہیں اور نہ فاسق کیونکہ اُن کے پاس دلیل اور تاویل ہے جو کفر و فسق سے منع کرتی ہے"۔ انتہی (۱۵)

اس میں یہ بھی ہے کہ اہلسنّت اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے، نبی کریم

۱۳۔ البحر الرائق، کتاب القضاء، باب التحکیم، مسائل شتی، ۷/ ۷۶، ۷۷، ملخصاً

۱۴۔ تفسیر البیضاوي، سورة البقرة، الآیة: ۳۵، ۱/ ۷۴

۱۵۔ مکتوباتِ امام ربانی، جلد دوم، دفتر دوم، حصہ ششم، مکتوب ۳۶، ۲/ ۲/ ۶/ ۷۹

ﷺ کے صحابہ کے جھگڑوں اور اختلافات کو اچھی مراد و معنی پر محمول کرتے ہیں خواہش اور تعصب سے دُور رکھتے ہیں(۱٦) کیونکہ ان کے نفوس خیر البشر ﷺ کی صحبت کی وجہ سے پاک ہو چکے تھے اور ان کے سینے دشمنی اور کینے سے پاک ہو چکے تھے، اس باب میں زیادہ سے زیادہ یہ تھا کہ ہر ایک کے پاس اپنی اپنی رائے اور اجتہاد تھا اور ہر مجتہد کو اپنی رائے کے مطابق عمل کرنا واجب بالضرورت تھا جس کی وجہ سے بعض اُمور میں وہ آراء میں مخالفت اور اختلاف کا سبب بن گیا، ہر ایک کے لئے اپنی رائے کی پیروی صحیح ہوئی۔ انتہی(۱۷)

مکتوب ۹۷ میں ہے کہ جھگڑے اور تنازعے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین ہوئے جیسے جنگ جمل اور جنگ صفین، ان کو اچھے الفاظ پر محمول کرنا چاہئے(۱۸)، ہر گروہ

۱٦۔ یہ حقیقت ہے کہ اہلسنت ان جھگڑوں کو اچھے معنی پر محمول کرتے ہیں چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الہمام متوفی ۸٦۱ھ لکھتے ہیں جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابین واقع ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے امامت میں کوئی جھگڑا نہ تھا (المسایرة، الرکن الرابع فی السمعیات، الأصل الثامن، ص ۱٦۰) اس کے تحت امام کمال الدین محمد بن محمد ابن شریف متوفی ۹۰۵ھ لکھتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابین جو واقع ہوا وہ جنگیں تھیں جن کا سبب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے قاتلانِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ سپرد کرنے کا مطالبہ تھا (المسامرة، الرکن الرابع، الأصل الثامن، ص ۲٦۰)

۱۷۔ مکتوباتِ امام ربانی، جلد دوم، دفتر دوم، حصہ ششم، مکتوب: ۳۹، ۲/۲، ۸۲،۸۳

۱۸۔ کوشش یہ کرنی چاہئے کہ ان جھگڑوں کا تذکرہ نہ کیا جائے کیونکہ بہت سے محققین کے نزدیک ان کا تذکرہ ممنوع ہے چنانچہ علامہ عبدالعزیز پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ لکھتے ہیں شیخ محققین کہتے ہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مشاجرات کا تذکرہ حرام ہے کیونکہ اندیشہ ہے کہ اس سے بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں بدگمانی پیدا ہو جائے اور اس کی تائید حدیث مرفوع سے ہوتی ہے، جس میں فرمایا گیا "لا یبلغنی أحد من أصحابی عن أحد شیئا فإنی أحب أن أخرج إلیکم و أنا سلیم الصدر" یعنی، "کوئی شخص کسی صحابی کے بارے میں مجھ سے شکایت نہ کرے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری جانب صاف دل نکلوں"۔ پھر علماء کرام نے ان مشاجرات کا تذکرہ کیا، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ پرہاروی لکھتے ہیں: "اہل سنت کو ان واقعات کا تذکرہ مجبوراً کرنا پڑا اس لئے کہ بدعتیوں نے ان میں بہت سی من گھڑت اور جھوٹی باتیں شامل کر دیں، یہاں تک کہ بعض متکلمین فرماتے گئے کہ مشاجرات صحابہ کی سب روایات جھوٹ کا پلندہ ہیں، اگرچہ یہ قول بہت اچھا ہے، مگر بعض واقعات تواتر سے بھی

نے اپنے اجتہاد کے تقاضا کے مطابق عمل کیا ہے علماء کرام فرماتے ہیں ان لڑائیوں میں حق جناب امیر کرم اللہ وجہہ کی طرف تھا اور مخالفین کا اجتہاد صحت سے دُور تھا مگر اس کے باوجود مورد طعن نہیں ہیں اور ملامت کی گنجائش نہیں رکھتے چہ جائیکہ کفر و فسق کو اُن کی طرف منسوب کیا جائے انتہی۔ "مرقات" میں عَلَم الھدیٰ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ "میرا عقیدہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کے بارے میں اجتہاد کیا اور اس پر آپ درست ثابت ہوئے جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں اجتہاد کیا اور خطا کی"، انتہی۔(۱۹)"اکمال شرح مسلم" میں ہے کہ جب سب کا آپس میں نزاع اجتہاد کی بنیاد پر تھا،(۲۰) اس وجہ سے ہر ایک اپنے پیشوا کی تعریف کر رہا تھا، اُس کے مناقب اور شان بیان کر رہا تھا اُس کے لئے جنت کی

ثابت ہیں، لہٰذا اب اہل سنت و جماعت نے اس پر اجماع کیا کہ ان میں سے ثابت شدہ واقعات کی مناسب تاویل کی جائے تاکہ عوام المسلمین وسوسوں اور شبہات سے بچیں اور وہ واقعات جو ناقابل تاویل ہیں انہیں رد کر دیا جائے، کیونکہ صحابہ علیہم الرضوان کی فضیلت، حُسن سیرت اور اتباع نصوص قاطعہ اور اہل حق کے اجماع سے ثابت ہے، پس یہ روایات اخاد خصوصاً متعصب و کذاب رافضیوں کی (من گھڑت) اس کے مقابل کیا حیثیت رکھتی ہیں" (النّاهية عن طعن امیر معاوية رضی الله عنه، فصل فی النهی عن ذکر التشاجر، ص ٥)، لہٰذا مشاجرات صحابہ میں غور و خوض نہیں کرنا چاہئے چنانچہ امام اہل سنت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: اہل سنت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم فرض ہے اور ان میں کسی پر طعن حرام اور ان کے مشاجرات میں خوض ممنوع بالغ (الفتاوی الرضوية، ۲۹/۲۲۷)

۱۹۔ مرقاة المفاتیح، کتاب المناقب، باب مناقب العشراء رضی الله عنهم، برقم: ٦۱۲۰، (۱۳)، ۱۱/۲۷٥)

۲۰۔ علامہ عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین جو جنگیں ہوئیں وہ اُن کا اجتہاد تھا اور وہ اُن میں ہر حال میں ثواب پانے والے ہیں پس جس نے خطا کی وہ ایک ثواب اور جو حق کو پہنچا وہ دگنا ثواب پائے گا۔ (الحدیقة الندیة، الباب الثانی، الفصل الأول و افضلهم ابو بکر رضی الله عنه، ۱/۲۹٤) صحابہ کرام علیہم الرضوان کا آپس میں نزاع اجتہاد کی بنیاد پر تھا یہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان پر اعتراض کا جواب ہے جیسا کہ علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی ۸۷۹ھ نے "حاشیة المسایرة" ص ۲٦۰، میں لکھا ہے۔

گواہی دے رہا تھا اگر چہ یہ معاملہ اجتہاد کے خلاف تھا، ہر ایک دوسرے سے بری تھا، پس اُن کا آپس میں نزاع دنیا کے لئے نہ تھا، نہ ہی ایک دوسرے کے خلاف بغاوت کی بنیاد پر تھا۔ عقائد میں ہے کہ اُن کے اجتہاد میں اختلاف تھا اس لئے سب جنتی ہیں۔ پس اس کی تاویل بھی وہی ہے جو اجتہاد کے بارے میں کی جاتی ہے، اسی میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہلِ شام کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے کہا یہ کسی تاویل کی بنیاد پر نہ تھی، بعض نے کہا کہ تاویل کی بنیاد پر تھی، پہلا قول ضعیف ہے، جسے وہ شخص جانتا ہے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فضائل پہچانتا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کا فرمان "یَقْتُلُهٗ فِئَةٌ بَاغِیَةٌ اِلخ"(۲۱) یعنی، "اُسے باغی جماعت قتل کرے گی" اور حدیث شریف میں اس قول کی واضح دلیل ہے کہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی جماعت کے ساتھ تھا، اور دوسروں کا عذر صرف اجتہاد کے ساتھ ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شروع میں فرماتے تھے اُن کے ساتھ جنگ انہوں نے کی جنہوں نے انہیں نکالا پھر آپ نے رجوع کیا اور (اس کی تاویل کرتے ہوئے) فرمایا: ہم باغی گروہ ہیں جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کی مطالبہ کرتے ہیں۔ انتہی

اُس کا قول کہ خارجی وہ ہے کہ الخ، خارجی سے اُس کی مراد اگر وہ خارجی ہیں جو خوارج کی طرف منسوب ہیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ (خوارج) حضرت علی کے خلاف نکلے تھے مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اُس گروہ میں سے (ہرگز) نہ تھے اُن کے معاملے کی غایت اجتہاد کی بنیاد پر بغاوت ہے(۲۲) اور "درمختار" میں ہے کہ پھر امام

۲۱۔ صحیح البخاری، کتاب الصّلاة، باب التعاون فی بناء المسجد، برقم: ٤٤۷، ۹/۱۱٥

۲۲۔ جیسا کہ "مرقات" کے حوالے سے پہلے گزرا کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کے بارے میں اجتہاد کیا اور آپ اس میں درست ثابت ہوئے جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں اجتہاد کیا اور خطا کی (مرقات، برقم: ٦۱۲۰، (۱۳)، ۱۱/۲۷٥) اور اس کی شہادت خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ملتی ہے کہ آپ نے فرمایا "ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہم پر بغاوت کی" (معالم التنزیل، سورة الحجرات، الآية: ۹، ٤/۱۹۲)

کی طاعت سے نکلنے والے تین قسم کے لوگ ہیں (۱) ڈاکو، (۲) باغی، (۳) خارجی، انتہی۔(۲۳) اس سے اُن کی مراد اگر یہ ہے کہ جو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف نکلا وہ خارجی ہے اگر چہ وہ باغی ہو تو عبارت میں قصور (غلطی) ہے کیونکہ یہ مشہور عقیدے کے خلاف ہے، اس کی "بحر الرائق" سے بھی تائید ہوتی ہے کہ پس جو "بدائع الصّنائع"(۲٤) میں باغیوں کی تفسیر خارجیوں کے ساتھ ہے اُس میں غلطی ہے، انتہی(۲٥) اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اُس جماعت (یعنی خوارج) سے کیسے ہو سکتے ہیں حالانکہ علی رضی اللہ عنہ نے اُن کے بارے اور اُن کے ساتھیوں کے بارے میں تصریح فرمائی کہ "وہ اُن کے بھائی ہیں جنہوں نے اُن پر بغاوت کی" اور آپ نے اُن سے شرک و نفاق کی نفی فرمائی جیسا کہ "معالم التنزیل" میں ہے سورۂ حجرات کی تفسیر میں ہے کہ حارث اعور سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا حالانکہ آپ جنگِ جمل اور صفین کے باغیوں کے ساتھ جنگ میں پیشوا تھے کہ کیا وہ مشرک ہیں؟ تو (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے) فرمایا کہ منافق اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا مگر تھوڑا، پھر پوچھا گیا کہ پھر اُن کا کیا حال ہے؟ فرمایا، ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہم پر بغاوت کی ہے۔ انتہی(۲٦)

"فتح القدیر" میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ظلم یہ ہے کہ آپ نے امامِ حق کے خلاف خروج کیا، "فتح القدیر" میں (اس) عبارت کے پائے جانے کے بعد تُو نے جان لیا کہ ظلم جو مجتہد مخطی کی طرف منسوب ہوتا ہے وہ کیا ہوتا ہے اُوپر اس کا ذکر ہوا پس اُسے یاد کر۔(۲۷)

ان کا قول کہ ﴿قَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ﴾ کَمُعَاوِیَۃَ (نیشا پوری)

۲۳۔ الدّر المختار، کتاب الجهاد، باب البُغاة، تحت قوله: هم الخارجون إلخ، ص ۳٥۱ ملخصاً

۲٤۔ بدائع الصنائع، کتاب السیر، فصل بعد فصل حکم ولد المرتد، ۹/٥٤٤

۲٥۔ البحر الرائق، کتاب السّیر، باب البغاة، تحت قوله: ٥/۲۲٥

۲٦۔ معالم التنزیل، سورة الحجرات، الآية: ۹، ٤/۱۹۲

۲۷۔ کیونکہ ان کے ظلم کا منشاء خطاءِ اجتہادی ہے اور خطاءِ اجتہادی ملامت و طعن سے دُور اور تشنیع و تحقیر سے پاک ہوتی ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "مکتوبات امام ربانی"، (جلد دوم، دفتر دوم، حصہ ششم، مکتوب ۳٦)

أقول (میں کہتا ہوں کہ): آیت کریمہ جیسا کہ "مدارک" (٢٨) اور "بیضاوی" (٢٩) میں ہے ''اوس'' جو حضرت عبداللہ بن اُبی رضی اللہ عنہ کی قوم تھی اور ''خزرج'' جو حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی قوم تھی کے بارے میں نازل ہوئی، یا جیسے حضرت قتادہ نے فرمایا: دو انصاریوں کے بارے میں نازل ہوئی، یا جیسے سدی نے کہا کہ ایک انصاری خاتون کے بارے میں نازل ہوئی کہ جنہیں ام یزید کہا جاتا تھا، اُن کے اور اُن کے شوہر کے مابین کچھ (معاملہ) تھا، علامہ بغوی نے دونوں قصّے "معالم التنزیل" (٣٠) میں ذکر کئے ہیں، مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مثال دینا، "نیشاپوری" میں اس کے ثبوت کو تسلیم کر لینے سے بھی یہ اس سے زیادہ پر دلالت نہیں کرتی کہ بغاوت کا ایسے ایمان کے ساتھ ثبوت ہوگا جو اوصاف میں اشرف الصفات ہے اور ایسی بغاوت کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا ہے مگر جب بغاوت اجتہاد کی بنیاد پر ہوگی تو مذمت لازم نہیں آئے گی، اور "تفسیر البعیلی" میں ﴿قَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ﴾، مضارع کے صیغے کے ساتھ ہے جو اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اُس کے ساتھ اُس وقت جنگ کی جائے جب تک وہ بغاوت پر قائم رہے۔ انتہی

اُس کا کہنا کہ جاننا چاہئے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے گروہ کے لوگ تھے جو کہ اس حدیث شریف (٣١) کی نص سے ظالم، سرکش اور باغی تھے۔ (المبارق)

أقول (میں کہتا ہوں کہ): حدیث شریف تو صرف حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والی جماعت کے باغی ہونے پر دلالت کرتی ہے جب کہ تجھے بغاوت اور اُس کے زمانے کی خبر ہے اور اس میں ملامت، طعن کے لئے تو دلیل نہیں ہے اور بغاوت اُس زمانے

٢٨۔ مدارک التنزیل، سورۃ الحجرات، ٢/١٦٩

٢٩۔ تفسیر البیضاوی، سورۃ الحجرات، الأیۃ: ٩، ٥/١٣٥

٣٠۔ معالم التنزیل، سورۃ الحجرات، الأیۃ: ٩، ٤/١٩٢

٣١۔ اور وہ حدیث شریف یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اسے باغی جماعت قتل کرے گی (صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب التعاون فی بناء المسجد، رقم: [illegible])

میں جب اجتہاد کی بنیاد پر تھی اگرچہ وہ اجتہاد غلط تھا تو وہ بغاوت مذمت اور ہجو کا تقاضا نہیں کرتی اور یہ (مذمت اور ہجو) فضیلتِ صحبت اور ثبوت اجر سے قطع نظر ہے اور وہ تو ہر مجتہد کے لئے ثابت ہے جو اہلِ قبلہ میں سے ہو چاہے خطا کرے، (٣٢) مگر فضیلتِ صحبت تو اُس کے برابر کوئی شئے نہیں ہوسکتی، "اکمال شرح صحیح مسلم" للصالح الابی میں ہے صحبت ایک لمحہ کے لئے کیوں نہ ہو کوئی عمل اُس کے برابر نہیں ہوسکتا اور اس کے مرتبے کو حاصل نہیں کیا جاسکتا، فضائل اتنے بلند ہیں کہ انہیں قیاس سے حاصل نہیں کیا جاسکتا

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمُ (٣٣)

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اور "انموذج اللبیب" میں ہے کہ اُس کے لئے صحبت ثابت ہوگی جو ایک لمحے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوا پھر ایسا ایک لمحہ جب ایک اعرابی کو ملا تو اس کے نتیجے میں وہ اعرابی حکمت کی باتیں کرنے لگا۔ انتہی۔ اس لئے کسی کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اُن میں سے کسی کو گالی دے، ''اکمال'' میں ہے کہ لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِیْ (٣٤) یعنی، ''میرے صحابہ کو گالی مت دو'' اور صحیح وہی ہے کہ جس پر اکثر ہیں کہ یہ حکم عام ہے جو سب کو شامل ہے، آثار بظاہر اس پر دلالت کرتے ہیں، لہٰذا اُن میں کسی کو گالی دینا یا تنقیص کرنا کبیرہ گناہ ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کرنے والے پر لعنت

٣٢۔ علامہ ابن حجر ہیتمی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اس کی غایت کہ جس پر حدیث شریف (بقتله فئة باغية) دلالت کرتی ہے یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حضرت علی پر بغاوت کرنے والے تھے اور اس میں کوئی نقص نہیں ہے وہ اس کے باوجود ماجور ہیں گنہگار نہیں ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے تصریح فرمائی ہے کہ ''مجتہد جب اجتہاد کرے اور خطاء کرے تو اُس کے لئے ایک اجر ہے''۔ (تطهیر الجنان و اللسان، الفصل الثالث، ص٤١٨)

٣٣۔ الحدید: ٢١/٥٧

٣٤۔ صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة، باب قول النبی ﷺ: لو کنت متخذاً إلخ، برقم: ٣٤٧۔ أیضاً صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب تحریم سبّ الصحابة رضی الله عنهم، برقم: ٦٥٧٩/ ٢٢١۔ (٢٥٤٠)، ص١٢٢٢

فرمائی ہے اور اُن کو ایذاء پہنچانے کو اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانے کے برابر قرار دیا ہے۔ انتہی

اور اُن کا کہنا کہ خطیب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر گالیاں دیتے تھے، الخ (تاریخ الطبری)

أقول (میں کہتا ہوں کہ): محققین نے ذکر کیا ہے کہ یہ جھوٹ ہے، شیخ فضل بن روزبھا خلجی شیرازی کی "ابطال النهج الباطل" میں ہے کہ نعوذ باللہ منھا حضرت امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینا ثقات کے نزدیک ثابت نہیں ہے، علماء کرام نے اس بات کے انکار میں سختی سے کام لیا ہے یہاں تک کہ مغاربہ نے اس بات کے انکار میں کتب اور رسائل تصنیف فرمائے ہیں اور اُن میں کمال درجے کے مبالغے سے کام لیا ہے، "اکمال صالح الابی" میں ہے کہ گالیاں دینا اور بُری بات کرنے کا کام بنو امیہ کے جُہلا اور گھٹیا لوگوں کا ہے، البتہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس سے دُور تھے کیونکہ آپ صحبت، دین، فضل اور اچھے اخلاق والے تھے، اس بارے میں اُن کے لئے جو کچھ کہا جاتا ہے وہ صریح جھوٹ ہے حالانکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور عظمت شان کے معترف تھے۔ انتہی

اور منقول اُن کا ایک دوسرے کے لئے مہربان ہونا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ﴾ (٣٥) ''اکمال'' میں ہے کہ ابن عبد البر نے ضرار صدائی تک اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف کر تو اُس نے کہا اگر اُن کی تعریف کرنا ضروری ہے تو اللہ عزّ وجلّ کی قسم! وہ بہت دُور تک جانے والے، سخت طاقتور، فیصلہ کُن بات کرنے والے اور عدل و انصاف سے حکم کرنے والے تھے، علم اُن کے اردگرد موجیں مارتا تھا اور حکمت اُن کی زبان کے کناروں پر بولتی تھی، الخ، اُس کے بعد (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) روئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ ابو الحسن (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) پر رحمت فرمائے بخدا وہ ایسے ہی تھے، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی

٣٥۔ الفتح ٢٩/٤٨، ترجمہ: آپس میں نرم دل

رضی اللہ عنہ کی فضیلت، اور اُن کے حق و مرتبے کی عظمت سے واقف تھے۔ انتہی (٣٦)

اس مقام کے مناسب وہ ہے جو شیخ محقق تاج الدین نے "بحر السعادۃ" میں ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں کہ اس مدت میں امیر (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) بیمار ہوئے، چنانچہ آپ صاحبِ فراش ہوگئے، ایک روز سخت گرمی میں ایک سواری دیکھی جس پر ایک بزرگ سوار تھے، سفید مصری لباس پہنے گردن کے نیچے (سے عمامہ) باندھے ہوئے تھے لشکر میں آئے، کسی سے بھی بات نہیں کی یہاں تک کہ سیدھے حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے بارگاہ میں آئے، خیمے میں داخل ہوئے اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے اور سلام کیا اور ہاتھ آپ کی پیشانی پر رکھا، فاتحہ پڑھی، دعا و ثناء کی اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے آمین کہی اور عذر خواہی کی اور چلے گئے، حضرت امیر رضی اللہ عنہ

٣٦۔ شیخ الاسلام احمد بن حجر کی متوفی ٩٧٤ھ نے اسے یوں نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے ضرار بن حمزہ سے کہا میرے سامنے حضرت علی کے اوصاف بیان کرو۔ اس نے کہا مجھے معاف رکھئے، حضرت معاویہ نے کہا میں تجھ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، اس نے کہا خدا کی قسم! وہ بہت دُور تک جانے والے شدید القویٰ، فیصلہ کُن بات کرنے والے، انصاف سے حکم کرنے والے تھے۔ ان کے پہلوؤں سے علم پھوٹتا تھا اور آپ کی زبان سے حکمت پھوٹتی تھی، وہ دنیا اور اس کی چکاچوند سے نفور اور رات اور اس کی وحشت سے مانوس تھے، بہت رونے والے اور بہت سوچنے والے تھے، ان کا لباس کس قدر مختصر اور کھانا کس قدر سخت ہوتا تھا، وہ ہماری طرح کے ایک آدمی تھے، جب ہم اُن سے سوال کرتے تو وہ جواب دیتے، جب انہیں بلاتے تو وہ ہمارے پاس آتے اور خدا کی قسم! ہم اس قدر قریب رہنے کے باوجود ان کی ہیبت کی وجہ سے ان سے بات نہیں کرسکتے تھے، وہ دینداروں کی تعظیم کرتے اور مساکین کو قریب کرتے، طاقتور اپنی باطل بات میں ان سے کوئی طمع نہ کرتا اور نہ کمزور ان کے عدل سے مایوس ہوتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بعض مقامات پر جب رات چھا جاتی اور ستارے غروب ہو جاتے تو انہیں اپنی داڑھی پکڑے، ڈسے ہوئے انسان کی طرح بیقرار اور غمگین کی طرح روتے دیکھا اور وہ کہتے اے دنیا! میرے سوا کسی اور کو دھوکہ دے، کیا تو میری طرف دیکھ رہی ہے؟ تو کس خیال میں ہے میں نے تجھے تین بائنہ طلاق دے دی ہیں جن میں کوئی رجوع نہیں ہوتا، تیری عمر تھوڑی اور تیری اہمیت قلیل ہے۔ آہ قلت زاد، درازیٔ سفر اور راستے کی وحشت۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ باتیں سُن کر رو پڑے اور کہا اللہ تعالیٰ ابو الحسن پر رحم فرمائے، خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔ (الصواعق المحرقة، الباب التاسع، الفصل الرابع فی نبذ من کراماته و قضایاه إلخ، ص١٨٦)

کے سب قریبی بیٹھے ہوئے تھے، کچھ وقت کے بعد پوچھا کہ اے امیر المؤمنین! وہ مرد کون تھا؟ آپ نے فرمایا تم نے اُسے نہیں پہچانا؟ عرض کی کہ نہیں، فرمایا وہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) تھے جو میری عیادت کے لئے آئے تھے اور واپس اپنے لشکر سے جا ملے، تو وہ کہنے لگے ہمیں کیوں نہیں بتایا کہ انہیں پکڑ لیتے، اور یہ فتنہ ٹل جاتا، حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مؤمن کبھی بھی دین کے لئے دھوکہ نہیں کرتا، ایک مسلمان تم سب سے نہ ڈرا تنہا ہم میں چلا آیا، اللہ تعالیٰ نے اُسے تمہاری نگاہوں میں چھپایا کہ اُسے پہچان نہ سکے، میرا کرم یہ ہے کہ اُس کے ساتھ غدر کیا باقی ہم میں جھگڑا ہے جو صلح پر انجام کو پہنچے گا جو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾ (۳۷) انتہیٰ

یہ کہنا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ منبر پر اہلِ عراق سے وعظ فرما رہے تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ زہر آلودہ خنجر کے ساتھ آئے، اپنے خادم کو دیا اُس نے ان کی ران پر مارا۔ الخ

اُس کا یہ کہنا کہ ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خنجر اپنے خادم کو دیا'' ثابت نہیں ہے، منقول صرف یہ ہے کہ خنجر کسی عراقی نے مارا، اسے ''بزار'' وغیرہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے تخریج کیا ہے کہ جب وہ خلیفہ ہوئے تب وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ پر خنجر سے وار کیا اور آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا، فرمایا اے اہلِ عراق! ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، ہم تمہارے امیر اور مہمان ہیں، ہم اہلبیت ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ (۳۸) پھر آپ مسلسل یہ فرماتے رہے یہاں تک کہ اہلِ مسجد میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا مگر وہ رو رہا تھا۔ اسی طرح ''الصّواعق'' میں ہے۔(۳۹)

۳۷۔ الحجرات: ۴۹/۱۰، ترجمہ: مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو۔

۳۸۔ الأحزاب: ۳۳/۳۳، ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

۳۹۔ ''الصّواعق'' میں ہے کہ بزار نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جب آپ خلیفہ بنے تو

اور یہ کہنا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ زہر دلوایا، الخ

اقول (میں کہتا ہوں کہ): یہ روایت غیر مشہور ہے دار شکوہ کی کتاب ''سفینۃ الأولیاء'' میں ہے کہ مشہور یہ ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ نے زہر دیا۔ انتہیٰ، اس پر اُسے یزید نے برانگیختہ کیا تھا، ''الصّواعق'' میں ہے کہ آپ کی وفات کا سبب آپ کی بیوی الاشعث بن قیس الکندی کی بیٹی جعدہ تھی جسے یزید نے زہر دینے کے لئے خفیہ طور پر بھجوایا، یزید نے آپ کی شادی اُس سے کروائی اور اس کے لئے ایک لاکھ درہم خرچ کئے اور اُس نے آپ کو زہر دے دیا، جس کے بعد چالیس روز تک آپ بیمار رہے، جب فوت ہوئے تو اُس نے یزید کو وعدہ پورا کرنے کے متعلق کہا، اس پر اُس نے جواب دیا کہ ہم نے تو حسن کے لئے تجھے پسند نہیں کیا، تجھے اپنے لئے کیسے پسند کر سکتے ہیں۔ انتہیٰ (۴۰)، اس بنیاد پر ''حدیقہ'' میں ہے ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جعدہ جو کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی الخ''، یہ بلا تأمل قول ہے اور شیخ (محقق) عبد الحق محدث دہلوی نے انصاف کیا جب کہ آپ نے فرمایا وہ جو حقوق اہلِ بیتِ نبوی کی حفاظت اور اُن کے ادب کی رعایت میں کمی کے سلسلہ میں مشاجرت و محاربات منقول ہیں، ان خبروں کی صحت تسلیم کرنے کے باوجود ان سے اغماض کریں (یعنی نظر انداز کریں) اور تغافل برتیں، کہی کو ان کہی، سُنی کو ان سُنی کر دیں، اس لئے کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ اُن کی صحبت یقینی ہے اور دیگر نقل کردہ باتیں ظنی ہیں اور ظن یقین کے ساتھ معارض نہیں ہوتا اور یقین کو کسی ظن سے چھوڑا نہیں جا سکتا۔(۴۱)

ایک آدمی نے نماز کی حالت پر آپ پر حملہ کر دے اور سجدے میں آپ پر خنجر کا وار کیا تو آپ نے خطبہ میں فرمایا اے اہلِ عراق! ہمارے بارے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ ہم آپ کے امیر اور مہمان ہیں اور ہم وہ اہلِ بیت ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ آپ اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ تمام اہلِ مسجد رو پڑے۔ (الصّواعق المحرقۃ، الباب العاشر، الفصل الثالث فی بعض مآثرہ، ص۱۹۶)

۴۰۔ الصّواعق المحرقۃ، الباب العاشر: فی خلافۃ الحسن الخ، الفصل الثالث: فی بعض مآثرہ، ص۱۹۸

۴۱۔ امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا اس کے بارے میں یہی قول ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: ''اہلِ سنّت کے

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام وسنّت کی سرحدیں حضرت معاویہ، عمرو بن عاص،

عقیدہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم فرض ہے اور ان میں کسی پر طعن حرام اور ان کے مشاجرات میں خوض ممنوع، حدیث میں ارشاد: ''اذا ذکر أصحابي فأمسکوا'' جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو (بحث و خوض سے) رُک جاؤ۔ رب عز وجل کہ عالم الغیب والشہادۃ ہے، اس نے صحابہ سید عالم ﷺ کی دو قسمیں فرمائیں: (۱) مؤمنین قبل الفتح، جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہِ خدا میں خرچ و جہاد کیا۔ (۲) اور مؤمنین بعد الفتح، جنہوں نے بعد کو (اللہ کی راہ میں خرچ اور جہاد کیا)۔ فریق اول کو دوم پر تفضیل عطا فرمائی کہ ﴿لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ﴾ ''تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا''۔ اور ساتھ ہی فرمایا: ﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ ''دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا''۔ اور ان کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرما دیا کہ ساتھ ہی ارشاد ہوا: ﴿وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ ''اللہ کو تمہارے اعمال کی خوب خبر ہے''۔ یعنی جو کچھ تم کرنے والے ہو وہ سب جانتا ہے، بایں ہمہ سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا، خواہ سابقین ہوں یا لاحقین۔ اور یہ بھی قرآنِ عظیم سے ہی پوچھ دیکھئے کہ مولیٰ عز وجل جس سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا اس کے لئے کیا فرماتا ہے (اس کے بارے میں فرماتا ہے): ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۙ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَ هُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۚ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ ''بے شک جن سے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک (دھیمی سی آواز) تک نہ سُنیں گے اور وہ اپنی من مانتی مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے، انہیں غم میں نہ ڈالے گی بڑی گھبراہٹ، فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا''۔

سچا اسلامی دل اپنے رب عز وجل کا یہ ارشاد سُن کر کبھی کسی صحابی پر نہ سوئے ظن کر سکتا ہے نہ اس کے اعمال کی تفتیش، بفرض غلط (صحابہ نے) کچھ بھی کیا، تم حاکم ہو یا اللہ، تم زیادہ جانو یا اللہ، ﴿ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ﴾ (کیا تم علم زیادہ ہے یا اللہ تعالیٰ کو)، دلوں کی جاننے والے سچا حاکم یہ فیصلہ کر چکا کہ مجھے تمہارے سب اعمال کی خبر ہے میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا اس کے بعد مسلمان کو اس کے خلاف کی گنجائش کیا ہے۔ ضرور (سیدنا معاویہ سمیت) ہر صحابی کے ساتھ حضرت کہا جائے گا، ضرور رضی اللہ عنہ کہا جائے گا، ضرور اس کا اعزاز واحترام فرض ہے، ﴿وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ﴾ (اگرچہ مجرم برا مانیں)''۔ (الفتاوی الرضویۃ، مسئلہ: ۷۹، ۲۹/۲۲۷، ۲۲۸)

مغیرہ بن شعبہ وغیرہم اصحابِ نبوی رضی اللہ عنہم سے وابستہ ہیں، لہٰذا ہر وہ شخص جو مشائخ اہلسنّت وجماعت کے اتباع کی راہ اختیار کرے، زبان کو سب وشتم اور اُن پر لعن طعن سے بند رکھے، انتہیٰ (۴۲)

''مرقات شرح مشکوٰۃ'' میں ہے کہ سلف نے پہلی جماعت کے خلاف بولنے سے کنارہ کیا ہے، فرمایا ہے کہ اُن کے خون سے ہمارے ہاتھ پاک ہیں، اس لئے ہم اُن سے اپنی زبانوں کو ملوث نہ کریں۔ انتہیٰ، (۴۳) ''مواہب'' میں اسی طرح ہے اور ''الصّواعق'' میں ہے کہ یہ بھی واجب ہے کہ مؤرخین کی خبروں اور صحابہ کرام کے مابین ہونے والے اختلافات واضطراب خصوصاً شیعوں کی جاہلانہ اور گمراہانہ باتوں اور بدعتیوں کی نکتہ چینیوں سے اعراض کرتے ہوئے اُن کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِيْ فَأَمْسِكُوْا'' (۴۴) یعنی، ''جب میرے اصحاب کا ذکر کیا جائے تو خاموش رہو''۔(۴۵) پس جو شخص کوئی بات سنے اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ محض کسی کتاب کے دیکھنے یا کسی کتاب میں کسی بات کے دیکھنے یا کسی شخص سے سننے کی وجہ سے اسے مضبوطی سے نہ پکڑ لے اور نہ ہی اُسے کسی کی طرف منسوب کرے بلکہ اُس کی تحقیق کرے یہاں تک کہ اس بات کا کسی صحابی کی طرف

۴۲۔ تکمیل الإیمان، تکف عن ذکر الصحابۃ إلّا بخیر، ص۱۷۰

۴۳۔ مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب، باب مناقب اھل بیت النبی ﷺ، الفصل الأول، برقم: ۶۱۴۴، ۱۱/۲۹۹

۴۴۔ یہ حدیث ''حسن'' ہے جسے امام طبرانی نے ''الکبیر'' (۲/۹۶، برقم: ۱۴۲۷) میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسے امام حافظ سیوطی نے ''الجامع الصغیر'' (۱/۱۳۸، برقم: ۶۱۵) میں روایت کیا ہے۔

۴۵۔ امام سیدی احمد زروق اس حدیث شریف کے تحت لکھتے ہیں: فیجب الإمساك عما شجر بینھم و أن لا یُلقی لعامیّ و لا یُکثّر الخوض فیہ (شرح عقائد امام غزالی، فی ترتیب الفضل بین الصحابۃ رضی اللہ عنھم، ص۱۶۰) یعنی، پس صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین جو نزاع واقع ہوا اُس سے خاموش رہنا واجب ہے، اس طرح کہ عام آدمی کے لئے اسے ظاہر نہ کیا جائے اور اس معاملہ میں کثرت سے غور و خوض نہ کیا جائے۔

انتساب درست ہو جائے پھر بھی اُس کے لئے واجب ہے کہ وہ کوئی اچھی تاویل کرے اور اس کا اچھا مفہوم مراد لے کیونکہ وہ اس کے اہل ہیں۔(٤٦)

اس کا یہ کہنا کہ اُن میں سے جو قتل ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

أقول (میں کہتا ہوں): "ھدایۃ" کی عبارت ہے کہ باغیوں اور ڈاکوؤں میں سے جو قتل ہو جائے تو باغیوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باغیوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، انتہیٰ۔ (٤٧) "فتح القدیر" میں صاحب (ہدایہ) کا قول" کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ إلخ "غریب" ہے واللہ اعلم، انتہیٰ۔ (٤٨) پس اس بنا پر "حضرت علی رضی اللہ عنہ کا باغیوں کی نماز جنازہ نہ پڑھنے" پر "غرابت" کا حکم لگا ہوا ہے اور اگر اس کا مشہور ہونا تسلیم کر لیا جائے تو یہ زجر پر محمول ہے جو سبّ و مذمت کا تقاضا نہیں کرتا۔ "تکمیل الایمان" میں ہے کہ اخبار و آثار میں آیا ہے کہ جنگ صفین میں ایک شخص کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے گرفتار کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا سبحان اللہ! میں جانتا ہوں کہ وہ مسلمان تھے، افسوس کہ اُن کا آخر حال ایسا ہو گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کیا کہتے ہو وہ اب بھی مسلمان ہیں۔(٤٩)

کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا کہ یزید کی خلافت کے لئے بیعت کرو جسے بعض صحابہ نے ناپسند کیا۔(مدارك، الاحقاف) (٥٠)

٤٦۔ الصواعق المحرقه، الخاتمة في بيان اعتقاد أهل السنّة و الجماعة في الصحابة رضوان الله عليهم إلخ، ص ٣٠٦، ٣٠٧

٤٧۔ الهداية، كتاب الصلاة، باب الشهيد، ١/ ٤٣٤

٤٨۔ فتح القدير، كتاب الصلاة، باب الشهيد، ٢/ ١٠٩

٤٩۔ تكميل الإيمان، تكف عن ذكر الصحابة إلا بخير، ص ١٧٠

٥٠۔ یہ عبارت "تفسیر مدارك التنزيل" میں نہیں ہے جیسا کہ مؤلف علیہ الرحمہ نے آئندہ سطور میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

نقول (ہم کہتے ہیں کہ): یہ عبارت "مدارك" میں نہیں پائی جاتی اُس میں تو صرف یہ ہے کہ ﴿وَ الَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ﴾ "وہ جس نے اپنے والدین سے کہا"۔ کہا گیا کہ (یہ آیت) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی، کہا گیا کہ آپ کے اسلام لانے سے قبل نازل ہوئی اور اس کے باطل ہونے کی شہادت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خط سے ملتی ہے جو انہوں نے مروان کی طرف لکھا کہ لوگوں سے یزید کی بیعت تو لو إلخ، تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم اس لئے آئے ہو، کیا تم اپنی اولاد کے لئے بیعت لیتے ہو؟ جس پر مروان نے کہا إلخ، تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو اس بیعت سے انکار اس لئے تھا کہ آپ نے دیکھا کہ یہ خلفاء راشدین کے طریقے کے مطابق نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنے بیٹوں کے لئے بیعت نہیں لی، جب یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب اپنے لوگوں سے یزید کی بیعت کے لئے کہا تھا تو یہ بھی کہا تھا کہ اے اللہ! میں نے جو فیصلہ کیا وہ اگر اُس فضیلت کے مطابق کیا جو میں نے دیکھی ہے تو اُسے میں نے جو مقرر کیا ہے اُس تک پہنچا اور اُس کی مدد فرما اور اگر اِس پر مجھے اُس محبت نے برانگیختہ کیا ہے جو ایک والد کو اپنے بچے سے ہوتی ہے اور میں نے اسے جس لئے مقرر کیا ہے وہ اُس کا اہل نہیں ہے تو اسے اس تک پہنچنے سے پہلے قبض کر لے۔ اسے "الصواعق" (٥١) میں ذکر کیا ہے۔

یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اُسے قتل کر دو"۔(مُسْنَدُ الفِرْدَوس)

أقول (میں کہتا ہوں کہ): "الصواعق" کے حوالے سے گزرا کہ جو بھی ایسی باتیں سنے اُس پر واجب ہے کہ وہ محض کسی کتاب میں کسی بات کے دیکھنے یا کسی شخص سے سُننے کی وجہ سے اُسے مضبوطی سے نہ پکڑے اور نہ ہی اُسے کسی کی طرف منسوب کرے

٥١۔ الصّواعق المحرقة، الخاتمة في بيان اعتقاد أهل السنّة و الجماعة في الصحابة إلخ، ص ٣١٨ و فيه: قال اللهم إذ كنت إنما عاهدت ليزيد لما رأيت من فعله، فبلغه ما أملته و أعنه، و إن كنت إنما حملني حبّ الوالد لولده و إنه ليس لما صنعت به لعلاً فاقبضه قبل أن يبلغ ذلك

یہاں تک کہ اُس بات کا کسی صحابی کی طرف انتساب درست ہو جائے، إلخ (٥٢) اس حدیث کی روایت معلوم ہی نہیں اور اسے ثقات نے نقل نہیں کیا، دیلمی کی "مُسْنَد الفِرْدَوس" کی روایات ضعیف ہوتی ہیں جیسا کہ "جمعُ الجوامع" میں امام سیوطی نے چار علامات ذکر کرنے کے بعد لکھا کہ جو ان چار کی طرف منسوب کرے، حکیم ترمذی کی جانب "نَوادِرُ الأُصول" میں، حاکم کی طرف سے اُن کی "تاریخ" میں، ابن نجار کی طرف سے اُن کی "تاریخ" میں، دیلمی کی جانب سے "مُسْنَد الفِرْدَوس" میں۔ انتہیٰ، بلکہ ان میں موضوع احادیث بھی دیکھی گئی ہیں جیسا کہ موضوع احادیث کے بیان میں تصنیف کی گئی کُتُب کا مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں ہے۔

ایسی ہی روایت ہے جسے دیلمی نے "مُسْنَدُ الفِرْدَوس" میں روایت کیا ہے کہ "أَهْلُ الجَنَّةِ يَحْتَاجُوْنَ إِلَى العُلَمَاءِ فِي الجَنَّةِ إلخ" یعنی، اہلِ جنت جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے، إلخ، (٥٣) "العجالة" (٥٤) اور "المیزان" میں ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ ایسی ہی اُن کی روایت ہے "الشَّيْخُ فِيْ قَوْمِهِ كَالنَّبِيِّ فِيْ أُمَّتِهِ" یعنی، "شیخ اپنی قوم میں ایسے ہے جیسے نبی اپنی اُمت میں" یہ ابن حبان اور دیلمی کی روایت ہے، اور "مقاصد" میں ہے کہ ہمارے شیخ وغیرہ نے جزم کیا کہ یہ روایت موضوع ہے (٥٥) اسی طرح

٥٢۔ الصواعق المحرقه، الخاتمة في بيان اعتقاد أهل السنّة و الجماعة في الصحابة رضوان الله عليهم إلخ، ص ٣٠٦، ٣٠٧

٥٣۔ موسوعة الأحاديث و الآثار الضعيفة و الموضوعة، برقم: ٦٨٧٥، ٣/ ٢٦٥

٥٤۔ العجالة النافعة، ص ٢٩، اور اس میں ہے کہ اس طبقہ میں حدیثیں داخل ہیں جن کا قرونِ اُولیٰ میں نام و نشان نہیں ملتا مگر متأخرین علماء نے ان حدیثوں کو نقل کیا ہے، ان کے متعلق دو ہی صورتیں ممکن ہیں یا تو سلف صالحین نے اُن کی چھان بین کی ہے اور ان کی کوئی اصل نہیں ملی کہ وہ اُن کو روایت کرتے یا ان کی اصل تو پائی مگر ان میں علت و قباحت دیکھ کر روایت سے گریز کیا، بہر حال دونوں صورتوں میں ان حدیثوں سے اعتماد اٹھ گیا اور وہ اس قابل نہیں رہیں کہ کسی عقیدہ و اعمال کے ثبوت کے لئے انہیں دلیل بنایا جائے۔ پھر آپ نے چند کُتُب کے نام ذکر کئے جن میں "مسند الفردوس" بھی ہے اور وہاں "فردوس الدیلمی" لکھا ہے۔

٥٥۔ المقاصد الحسنة، حرف الشين المعجمة، برقم: ٦٠٧، ص ٢٩٩

"بحلو" میں ہے۔ امام سیوطی کی "جَمْعُ الجَوامِع" میں ہے کہ ابن جوزی اِسے موضوعات میں لائے ہیں۔ انتہیٰ

حاصل کلام یہ ہے کہ اس قسم کی روایات کہ جن پر موضوع ہونے کا حکم لگایا گیا ہے وہ "مسند الفردوس" میں کثیر ہیں اور اگر اس حدیث کو ثابت بھی مانا جائے تو اس میں یہ احتمال ہے کہ روایت ایک نقطے والی "با" کے ساتھ ہو (٥٦) تو پھر اس کے معنی ہوں گے "معاویہ کو منبر پر دیکھو تو اسے قبول کر لو" اس کی تائید اُس روایت سے ہوتی ہے جسے امام ابن ابی شیبہ نے اپنی "مصنّف" (٥٧) میں، امام طبرانی نے "الکبیر" (٥٨) میں عبد الملک بن عمیر سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مَا زِلْتُ أَطْمَعُ فِي الخِلَافَةِ مُنْذُ قَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ "يَا مُعَاوِيَةُ! إِنْ مَلَكْتَ فَأَحْسِنْ" یعنی، جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ "اے معاویہ! جب تو بادشاہ بن جائے تو حُسنِ سلوک سے کام لینا" اُس وقت سے میں خلافت کا آرزو مند ہوں۔ انتہیٰ (٥٩)، یہ اُن کے لئے خلافت کی بشارت ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو

٥٦۔ یعنی "فاقتلوہ" کی جگہ "فاقبلوہ" ہو۔

٥٧۔ المصنّف لابن أبي شيبة، كتاب الأمراء، ما ذكر من حديث الأمراء و الدخول عليهم، برقم: ٣١٣٥٨، ١٦/ ١٣٦، ١٣٧

٥٨۔ المعجم الكبير للطبراني، برقم: ٨٥٠، ١٩/ ٣٦١، ٣٦٢

٥٩۔ اس حدیث کے تحت "حاشیہ صواعق" میں ہے: ابن راہویہ کہتے ہیں کہ معاویہ بن سفیان (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت کے متعلق رسول کریم ﷺ سے کوئی چیز صحیح ثابت نہیں۔ سیوطی کہتے ہیں حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت کے بارے میں صحیح ترین حدیث ابن عباس کی ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کے کاتبِ وحی تھے۔ اسے مسلم نے اپنی "صحیح" میں بیان کیا ہے، اس کے بعد عرباض کی حدیث ہے کہ "اے اللہ! اسے کتاب سکھا دے"۔ اس کے بعد ابن ابی عمیرہ کی حدیث ہے کہ "اے اللہ! اس کو ہادی اور مہدی بنا دے"۔ اسے ابن عراق نے "تنزیہ الشریعۃ" میں بیان کیا ہے۔ سیوطی نے "تاریخ الخلفاء" میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت میں آنے والی احادیث بہت کم ثابت ہوتی ہیں اور یہ حدیث کہ "جب تو بادشاہ بنے تو حُسنِ سلوک کرنا"، اسے بیہقی نے اسماعیل بن مہاجر کے طریق سے بیان کیا ہے جو ضعیف ہے اور حافظ نے "فتح الباری" میں کہا ہے کہ ابن ابی عاصم نے آپ کے مناقب میں ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ اسی طرح ابو عمیر ثعلب کے غلام اور ابوبکر نقاش نے بھی کتاب لکھی ہے۔ باقی باتوں کو ہم "تطہیر الجنان" کے حاشیہ میں مفصل بیان کریں گے اور یہی مناسب ہے۔ (حاشیة الصّواعق، الخاتمة في بيان اعتقاد أهل السنّة و الجماعة إلخ، ص ٣١٠)

قبول کرنے کے حکم کی مانند ہے۔ یہ بات تو امکان سے بہت دُور ہے کہ حضور ﷺ انہیں خوشخبری بھی دیں اور انہیں احسان کا حکم بھی فرمائیں، اُس کے بعد لوگوں کو انہیں قتل کرنے کا حکم بھی ارشاد فرمائیں۔ "الصواعق" میں ہے کہ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ وہ بادشاہ بنیں گے اور آپ نے انہیں حُسنِ سلوک کا حکم فرمایا تھا، تم حدیث شریف میں اُن کی خلافت کے صحیح ہونے کا اشارہ پاؤ گے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری کے بعد وہ اس کے حقدار تھے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا انہیں احسان کا حکم فرمانا بادشاہ ہونے پر مرتب ہوتا ہے جس سے اُن کی حکومت و خلافت کی حقیقت، صحتِ تصرف اور افعال کے نفاذ پر دلالت کرتی ہے (٦٠) کیونکہ خود بخود غلبہ حاصل کرنے والا فاسق اور عذاب پانے والا ہوتا ہے وہ خوشخبری کا استحقاق نہیں رکھتا کہ اُسے اُن سے حُسنِ سلوک کا حکم دیا جا سکتا جن پر وہ غلبہ پائے بلکہ وہ تو اپنے قبیح افعال اور بُرے احوال کی وجہ سے زجر و توبیخ اور انتباہ کا مستحق ہوتا ہے۔ (٦١)

یہ حدیث (٦٢) صحیح حدیث کے مخالف ہے کہ "إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ" (٦٣) یعنی "میرا یہ بیٹا سردار ہے عنقریب اللہ تعالیٰ

٦٠۔ پھر حضور ﷺ کا فرمان کہ "يَا مُعَاوِيَةُ! إِنْ وُلِّيتَ أَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ وَ اعْدِلْ" ("مسند ابي يعلى"، حديث معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنهما، برقم: ٧٣٧٦، ٢٧/، ص ١٣٤١، ١٣٤٢، و المسند للإمام أحمد، ٤/١٠١)، یعنی "اے معاویہ! جب تم امر خلافت کے والی ہو جاؤ تو اللہ عز وجل سے ڈرنا اور عدل سے کام لینا" بھی بادشاہ ہونے پر مرتب ہوتا ہے، جس سے ان کی حکومت و خلافت کے حق ہونے اور صحتِ تصرف اور اعمال کے نفاذ پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس حدیث شریف کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے عمرو بن یحییٰ کے دادا یعنی سعید بن عمرو بن سعید بن العاص کے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سماع ان کا ظاہر نہیں ہے، اسی طرح "تعليق مسند امام احمد" (٢٨/١٣٠) میں ہے۔

٦١۔ الصواعق المحرقة، الخاتمة في بيان اعتقاد أهل السنة و الجماعة في الصحابة إلخ، ص ٣١١

٦٢۔ یعنی، جس میں ہے کہ "جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اُسے قتل کر دو"۔

٦٣۔ صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب قول النبي ﷺ للحسن بن علي رضي الله عنهما إلخ، برقم: ٢٧٠٤، ٢/١٨٨، ١٨٩۔ أيضاً سنن أبي داؤد، كتاب السنة، باب ما يدل على تركه إلخ، برقم: ٤٦٦٢، ٤/٣٤، ٣٥۔ أيضاً سنن الترمذي، كتاب المناقب باب مناقب الحسن و الحسين رضي الله عنهما، برقم: ٣٧٧٣، ٣/٤٩٨۔ أيضاً سنن النسائي، كتاب الجمعة باب مخاطبة الأيام إلخ، برقم: ٦، ١٤، ٢/٣/١٠٦

اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح فرمائے گا"، انتہیٰ (٦٤)، ثابت اور

٦٤۔ اور صلح کا واقعہ یوں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ ہوئے، چھ ماہ کے بعد آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں چالیس ہزار فوج لے کر گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے مقابلہ پر آئے، جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے دونوں لشکروں کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ کوئی ایک لشکر بھی اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک دوسرے کی اکثریت کو ختم نہ کر دے۔ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اطلاعاً لکھا کہ میں یہ معاملہ اس شرط پر آپ کے سپرد کرتا ہوں کہ تمہارے بعد خلافت میرے پاس ہوگی۔ آپ مدینہ، حجاز اور عراق والوں سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گے سوائے اس کے جو وہ میرے باپ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں دیتے تھے اور آپ میرا قرض ادا کریں گے۔ حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے دس باتوں کے سوا آپ کے مطالبات کو منظور کر لیا۔ آپ مسلسل اُن سے گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس سفید کاغذ بھیج دیا اور کہا آپ جو چاہیں اس پر لکھ دیں، میں اس کی پابندی کروں گا، جیسا کہ کُتبِ سیرت میں لکھا ہے۔
"صحيح بخاري" میں حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ پہاڑوں جیسے لشکروں کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر نکلے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا میں ایسے لشکروں کو دیکھ رہا ہوں جو اپنے مدمقابل کو مارے بغیر واپس نہ جائیں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم عمرو بہترین آدمی ہے، اگر یہ لوگ ان کو اور وہ ان کو مار دیں گے تو مسلمانوں کے اُمور، ان کی عورتوں اور ان کی جاگیروں کے معاملات کو نپٹانے میں میرا مددگار کون ہوگا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قریش میں سے بنو عبد شمس کے دو آدمی عبد الرحمٰن بن سمرۃ اور عبد الرحمٰن بن عامر کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا اور کہا کہ ان کے پاس جا کر عرض کرو اور ان سے پوچھو کہ وہ کیا چاہتے ہیں، ان دونوں نے آپ کے پاس آ کر پوچھا کہ آپ کا مطالبہ کیا ہے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم بنو عبد المطلب ہیں اور ہم نے یہ مال حاصل کیا ہے اور یہ لوگ خون میں تیر کر آئے ہیں، انہوں نے کہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو یہ پیشکش کرتے ہیں اور آپ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں، آپ نے فرمایا اس معاملہ میں میرا ضامن کون ہوگا، انہوں نے کہا ہم اس معاملہ میں آپ کے ضامن ہیں پھر آپ نے جو بات دریافت کی انہوں نے کہا ہم اس کی ضمانت دیتے ہیں تو آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔
ان واقعات میں یوں بھی تطبیق دی جا سکتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے آپ کو پیغام بھیجا ہو پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف مذکورہ مطالبات لکھ کر بھیجے ہوں اور جب دونوں کی مصالحت ہوئی ہو تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا ہو۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ تحریر ہے جس کے مطابق حسن بن علی اور معاویہ بن ابی سفیان نے مصالحت کی ہے، یہ مصالحت اس بات پر ہوئی کہ حسن معاویہ کو مسلمانوں کی ولایت اس شرط پر دیں گے کہ وہ کتاب

طے شدہ بات ہے کہ مراد امام حسن رضی اللہ عنہ کا گروہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا

اللہ، سنتِ رسول اور سیرتِ خلفائے راشدین مہدیین کے مطابق عمل پیرا ہوں گے اور ان کے بعد مسلمانوں کے مشورے سے طے ہوگا اور لوگ شام، عراق، حجاز، یمن اور خدا کی زمین میں جہاں بھی ہوں گے امن میں ہوں گے اور اصحابِ علی اور آپ کے شیعہ جہاں بھی ہوں گے اپنی جانوں، مالوں، عورتوں اور اولاد کے بارے میں محفوظ ہوں گے اور معاویہ بن ابی سفیان کو خدا تعالیٰ سے یہ عہد و میثاق بھی کرنا ہوگا کہ وہ حسن بن علی اور ان کے بھائی حسین اور اہلِ بیتِ رسول (ﷺ) میں سے کسی کی بھی خفیہ اور اعلانیہ طور پر تباہی نہیں چاہیں گے اور نہ ہی ان میں سے کسی کو کسی جگہ خوفزدہ کریں گے۔ میں فلاں بن فلاں اس پر گواہی دیتا ہوں و كفى بالله شهيدا،
جب صلح طے پا گئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ لوگوں کے ایک مجمع میں تقریر کریں اور انہیں بتائیں کہ میں نے معاویہ کی بیعت کر کے خلافت ان کے سپرد کر دی ہے تو آپ نے اس بات کو قبول کرتے ہوئے منبر پر چڑھ کر حمد و ثنائے الٰہی اور رسول کریم ﷺ پر درود پڑھنے کے بعد فرمایا: لوگو! سب سے بڑی دانائی تقویٰ اور سب سے بڑی حماقت فسق و فجور ہے، پھر فرمایا آپ لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے نانا کے ذریعے ہدایت دی، ضلالت سے بچایا، جہالت سے نجات دی، ذلت کے بعد عزت دی اور قلت کے بعد تم کو کثرت بخشی، معاویہ نے مجھ سے حق کے متعلق جھگڑا کیا تھا اور وہ میرا حق ہے، اس کا حق نہیں اور آپ لوگوں نے اس شرط پر میری بیعت کی ہے کہ جو مجھ سے صلح کرے گا تم اس سے صلح کرو گے اور جو مجھ سے جنگ کرے گا تم اس سے جنگ کرو گے، میں نے اصلاحِ اُمت اور فتنہ کو فرو کرنے کی خاطر معاویہ سے مصالحت کو پسند کیا ہے اور میں اس جنگ کو بھی ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں جو میرے اور ان کے درمیان برپا ہے اور میں نے ان کی بیعت بھی کر لی ہے اور میں خونریزی کی نسبت خون کی حفاظت کو بہتر خیال کرتا ہوں، اگرچہ میں جانتا ہوں کہ شاید یہ صلح تمہارے لئے فتنہ اور ایک وقت تک فائدے کا موجب بن جائے مگر میں نے صرف آپ کی اصلاح اور بقا چاہی ہے اور جس بات سے اس صلح پر آپ کا شرحِ صدر ہوا وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حق میں حضور علیہ السلام کے ایک قولی معجزے کا ظہور ہے جس میں آپ نے فرمایا "میرا یہ بیٹا سردار بیٹا ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں عنقریب صلح کروائے گا"۔
اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور الدولابی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگرچہ تمام عرب میرے ہاتھ میں تھے میں جس سے صلح کرتا وہ صلح کرتے اور جس سے جنگ کرتا وہ جنگ کرتے مگر میں نے خلافت کو خدا کی رضامندی اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی خاطر چھوڑ دیا۔ آپ ربیع الاول ۴۱ھ میں خلافت سے دستبردار ہوئے، آپ کے ساتھی آپ سے کہتے اے مومنین کی عار! آپ فرماتے عار نار سے بہتر ہے، ایک آدمی نے آپ سے کہا اے مومنین کو ذلیل کرنے والے تجھ پر سلام، آپ نے فرمایا میں مومنین کو ذلیل کرنے والا نہیں لیکن میں نے بادشاہی کی خاطر تم سے لڑنا پسند

گروہ ہے اور یہ صلح آپ کے دعویٰ خلافت کے زمانے میں ہوئی، لوگوں کو اگر اُن کے قتل کا حکم دیا گیا ہوتا تو اُن سے صلح کیسے ہوتی۔ اچھی طرح سوچ۔

اُس کا قول کہ بغاوت الخ

اقول (میں کہتا ہوں کہ): یہ بغاوت اجتہاد اور تاویل کی بنیاد پر ہوئی تھی جسے کسی نے بھی غلط نہیں کہا ہے، وہ بھی اُس زمانے میں ہوئی پھر ختم ہو گئی جیسا کہ اس کا ذکر متعدد بار گزر رہا ہے۔

"الصواعق" میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت اگرچہ باغی تھی مگر وہ ایسی بغاوت تھی کہ جس میں کوئی بھی فسق نہیں ہے کیونکہ وہ تاویل کی بنیاد پر صادر ہوئی جس کے سبب اصحاب معذور تھے۔ انتہیٰ (٦٥)

یہ کہنا کہ معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہما) کے فضائل میں کوئی بھی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (صراط مستقیم) (٦٦)

اقول (میں کہتا ہوں): "صراط مستقیم" میں مجد (٦٧) کا یہ طریقہ کار رہا ہے کہ کہتا ہے کہ ثابت شدہ نہیں ہے حالانکہ محققین نے اُس کے ثبوت کی تصریح کی ہے یہ اُن پر مخفی نہیں ہے جنہوں نے اس کی شرح "سلوك طريق الإفادة في شرح سفر السعادة" للشيخ عبد الحق (محدث) دہلوی کا مطالعہ کیا ہے، اس لئے یہ قول بھی اُن کے اس طریقے پر صادر ہوا ہے جب کہ اُن کے حق میں احادیث ثابت ہیں، اُن میں سے ایک وہ ہے جسے امام ترمذی نے اپنی "صحیح" میں لائے ہیں جو "صحاح ستہ" میں شمار کی جاتی ہے اور اُسے "حسن" قرار دیا ہے، حضرت عبد الرحمٰن بن عمیرہ صحابی سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے حضرت معاویہ سے فرمایا، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا

نہیں کیا، پھر آپ کوفہ سے مدینہ تشریف لے گئے اور وہیں اقامت اختیار کر لی۔ (الصواعق المحرقة، الباب العاشر في خلافة الحسن إلخ، الفصل الأول في خلافته، ص ١٩١، ١٩٢، ١٩٣)

٦٥۔ الصواعق المحرقة، الخاتمة في بيان اعتقاد أهل السنة و الجماعة إلخ، ص ٣١١

٦٦۔ سفر السعادة، خاتمة الكتاب، ص ٢٨١

٦٧۔ مجد سے مراد علامہ لغت شیخ مجد الدین محمد ابن یعقوب فیروز آبادی شیرازی صاحب قاموس (ت ٨٢٦ھ) ہیں

مَهْدِيًا(٦٨) یعنی، ''اے اللہ! اسے ہدایت والا اور ہدایت کرنے والا بنا'' (٦٩) اسے

٦٨۔ سنن الترمذي، كتاب المناقب، باب مناقب معاوية بن أبي سفيان، برقم: ٣٨٤٢، ٥٢٦/٤

٦٩۔ نبی کریم ﷺ کی اس دعا کے بارے میں علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں: "تأمل هذا الدعاء من الصادق المصدوق و أن أدعيته لأمته لاسيما أصحابه مقبولة غير مردودة تعلم أن الله سبحانه استجاب لرسول الله ﷺ هذا الدعاء لمعاوية فجعله هادياً للناس مهدياً في نفسه و من جمع الله له بين هاتين المرتبتين كيف يتخيل فيه ما تقوله عليه المبطلون و وصمه به المعاندون معاذ الله لا يدعوا رسول الله ﷺ هذا الدعاء الجامع لمعالي الدنيا و الآخرة المانع لكل نقص نسبته إليه الطائفة المارقة الفاجرة، إلا لمن علم ﷺ أنه أهل لذلك حقيق بما هنالك فإن قلت هذان اللفظان أعني "هادياً مهدياً" مترادفان أو متلازمان فلم جمع النبي ﷺ بينهما؟ قلت: ليس بينهما ترادف و لاتلازم، لأن الإنسان قد يكون مهديا في نفسه و لا يهتدي غيره به، و هذا طريق من أكثر من العارفين السياحة و الخلوة، و قد يهدي غيره و لا يكون مهتديا و هي طريقة كثير من القصاص الذين اصلحوا ما بينهم و بين الناس و افسدوا مابينهم و بين الله، و قد شاهدت من هؤلاء جماعة لم يبال الله بهم في أي واد هلكوا، و قد قال ﷺ: إن الله يؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر، فلاجل هذا طلب ﷺ لمعاوية حيازة هاتين المرتبتين الجليلتين حتى يكون مهديا في نفسه هادياً للناس" یعنی، صادق و مصدوق ﷺ کی اس دعا پر غور کرو اور (اس پر بھی غور کرو کہ) آپ ﷺ کی وہ دعائیں جو آپ نے اپنی اُمت بالخصوص اپنے اصحاب کے لئے خدا کے حضور مانگیں قبول ہوئیں، ان میں سے کوئی بھی رد نہیں کی گئی تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ دعا جو حضور ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے کی، یہ بھی مقبول ہوئی اور اللہ جل جلالہ نے آپ ﷺ کو لوگوں کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیا اور (غور کرو کہ) جس شخص میں اللہ رب العزت نے یہ دونوں صفتیں جمع فرما دی ہوں اور اس کی بابت معاذ اللہ وہ باتیں کیوں کر خیال کی جاسکتی ہیں جو باطل پرست معاند بکتے ہیں (ظاہر ہے) اللہ کے پیارے رسول ﷺ ایسی جامع دعا جو دنیا و آخرت کے مراتب کو شامل ہو اور ہر نقص سے پاک کرنے والی ہو اسی کے لئے ہی کریں گے جسے آپ نے اس کا اہل سمجھا ہوگا۔ اگر تم یہ کہو کہ "هاديا" (ہدایت دینے والا) اور "مهديا" (ہدایت یافتہ) مترادف و متلازم ہیں، پھر نبی کریم ﷺ نے یہ دونوں الفاظ کیوں فرمائے؟ تو میں کہوں گا کہ ان دونوں لفظوں میں ترادف ہے نہ تلازم، کیوں کہ انسان کبھی خود ہدایت یافتہ ہوتا ہے مگر دوسروں کو اس سے ہدایت نہیں ملتی جیسا کہ ان عارفین کا حال ہے جنہوں نے سیاحت اور خلوت اختیار کر لی ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوسرے تو اس سے ہدایت پاتے ہیں مگر خود ہدایت یافتہ نہیں ہوتا اور یہ روش اکثر قصاص (قصے کہانیاں سنانے والے مقررین، خطبا) کی ہے کہ جنہوں نے بندوں کے معاملات تو درست رکھے مگر خدا کے ساتھ معاملہ بگاڑ دیا، میں (ابن حجر مکی) نے ایسے بہت

''مشکوٰۃ شریف'' (٧٠) میں نقل کیا ہے۔ ''الصواعق'' میں ہے کہ امام احمد اپنی ''مسند'' (٧١) میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ فرماتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَ الْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ (٧٢) ''اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا اور اسے عذاب سے بچا''۔ امام ابن ابی شیبہ نے ''مصنّف'' (٧٣) میں اور امام طبرانی نے "الکبیر" (٧٤) میں عبد الملک بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت معاویہ نے فرمایا میں اُس وقت سے خلافت کا آرزو مند تھا

سے لوگ دیکھے ہیں، ایسے لوگ جس وادی میں چاہیں ہلاک ہو جائیں اللہ عز و جل کو ان کی کوئی پروا نہیں۔ اور رحمت عالم ﷺ کا فرمان بھی ہے کہ "اللہ تبارک و تعالیٰ کبھی اس دین کی مدد بدکار آدمی سے بھی کرا دیتا ہے"۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے ان دونوں مراتب جلیلہ کی طلب فرمائی تاکہ آپ خود ہدایت یافتہ ہونے کے ساتھ لوگوں کو بھی ہدایت دیں۔ (تطهير الجنان و اللسان عن الخطور و التفوه بثلب سيدنا معاوية بن ابي سفيان، مع الصواعق المحرقة، الفصل الثاني في فضائله ومناقبه و خصوصياته و علومه و اجتهاده، ص٣٨٨)

٧٠۔ مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب جامع المناقب، الفصل الثاني، برقم: ٦٢٤٤، و قال رواه الترمذي في "سننه"، برقم: ٣٨٤٢۔ اس حدیث شریف کے تحت امام شرف الدین حسین بن عبد اللہ طیبی متوفی ٧٤٣ھ لکھتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں کہ بلاشبہ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں) نبی کریم ﷺ کی یہ دعا قبول ہو چکی، پس جس کا حال یہ ہو (کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دی دُعا کی برکت سے اُسے ہدایت دینے والا اور ہدایت پر قائم رہنے والا بنا دیا ہو) تو اس کے متعلق کیسے شک کیا جا سکتا ہے (شرح الطيبي، باب جامع المناقب، الفصل الثاني، برقم: ٦٢٤٤، ٣٥٤/١١) اور اسی طرح علامہ ملا علی قاری حنفی متوفی ١٠١٤ھ "مرقات" (باب جامع المناقب، الفصل الثاني، برقم: ٦٢٤٤، ٣٨٠/١١) میں لکھا ہے۔

٧١۔ المسند للإمام أحمد، ١٢٧/٤

٧٢۔ فضائل الصحابة لأحمد، فضائل معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنهما، برقم: ١٧٤٨، ٩١٣/٢

٧٣۔ المصنّف لابن أبي شيبة، كتاب الأمراء، ما ذكر من حديث الأمراء و الدّخول عليهم، برقم: ٣١٣٥٨، ١٣٦/١٦-١٣٧ (برقم: ٣٠٧١٥، ١٤٨/١١)

٧٤۔ المعجم الكبير، برقم: ٨٥٠، ٣٦١/١٩، ٣٦٢۔ اور امام ذہبی نے اپنی "تاریخ" (حرف الميم، معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنهما، ٣٠٩/٤) میں اسے نقل کیا اور لکھا کہ اس حدیث کے روات ثقات ہیں، لیکن عبد الرحمٰن کی صحبت میں اختلاف ہے اور اظہر یہی ہے کہ وہ صحابی ہیں۔

جب سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "يَا مُعَاوِيَةُ! إِنْ مَلَكْتَ فَأَحْسِنْ" یعنی، ''اے معاویہ! جب تم بادشاہ بنو تو حسنِ سلوک سے کام لینا''۔ انتہی

"لمعات" میں ہے کہ ''جب تم مالک بنو تو سماحت اختیار کرنا''۔ انتہی (٧٥)

اس سے یہ بھی ہے کہ ''اُن کا کاتبِ وحی ہونا'' میں کہتا ہوں کہ "مرقات" میں مذکور ہے کہ وہ (یعنی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) اُن میں سے ایک تھے جو رسول اللہ ﷺ کے لئے لکھتے تھے، (٧٦) اور کہا گیا ہے کہ انہوں نے آپ کے لئے وحی میں سے کچھ بھی نہیں لکھا۔ انتہی، اس سے ظاہر ہوا کہ اُن کے کاتب نہ ہونے والا قول مرجوح ہے (٧٧)

٧٥۔ "يَا مُعَاوِيَةُ! إِنْ مَلَكْتَ فَاسْمَحْ" (أشعة اللمعات، كتاب المناقب، باب جامع المناقب، الفصل الثاني، ٧٢٧/٤)

٧٦۔ "أشعة اللمعات" میں ہے کہ "جامع الأصول" میں فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ کے لئے لکھنا ثابت ہے اور کتابت وحی ثابت نہیں ہے (كتاب المناقب، باب جامع المناقب، الفصل الثاني، ٧٢٧/٤) "صحيح مسلم" میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد آپ کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی: و معاوية تجعلهُ كاتباً بين يديك قال: "نعم" (كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل أبي سفيان رضي الله عنه، برقم: ٦٤٠٩٣، ١٦٨ـ(٢٥٠١)، ص١٢١٣) یعنی، معاویہ کو اپنا کاتب بنا لیجئے، آپ نے اس عرض کو قبول فرمایا۔ اسی طرح "صحيح ابن حبان" (برقم: ٧٢٠٩) میں بھی ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "إنّ معاوية كان يكتب بين يدي النّبيّ ﷺ" (المعجم الكبير للطبراني، ٥٥٤/١٣٠) اور حافظ ہیثمی نے اس حدیث کی سند کو "حسن" بتایا ہے۔ (مجمع الزوائد، برقم: ١٥٩٢٤)

٧٧۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کتاب صحابہ کرام کے ساتھ کتابت وحی کا فریضہ بھی سرانجام دیتے تھے اس کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: و كان يكتب الوحي (دلائل النبوة للبيهقي، باب ما جاء في دعائه ﷺ ..... من أكل بشماله إلخ، ٢٤٣/٦، و أيضا المسند للإمام أحمد، ٢٣٥/١ و ٢٤٠ و ٣٣٨) یعنی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وحی لکھا کرتے تھے۔ اور امام ذہبی نے اپنی "تاریخ" میں اسے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ قد صحّ عن ابن عباس (تاريخ الإسلام، حرف الميم، معاوية بن أبي سفيان، ٣٠٩/٤)، یعنی، صحت کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

جیسا کہ اس پر تمریض کا صیغہ دلالت کرتا ہے۔ (٧٨)

اُن کا کہنا کہ (حدیث شریف) ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے''، أقول (میں کہتا ہوں کہ): ''الصواعق'' میں ہے کہ بزار اور طبرانی نے "الأوسط" میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے اور طبرانی، حاکم اور عقیلی نے "الضُّعفاء" میں اور ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور ترمذی اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "أنا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا" (٧٩) ''میں علم کا گھر ہوں علی اُس کا دروازہ ہے''۔ ایک روایت میں ہے کہ ''جو علم حاصل کرنا چاہے وہ دروازے کے پاس آئے'' انتہی۔ ترمذی کی ایک دوسری روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے أنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا (٨٠) ''میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے''۔ انتہی، (٨١) "لمعات" (٨٢) میں ہے کہ اسے امام ترمذی نے ''حسن'' قرار دیا ہے، حاکم نے کہا کہ اسناد کے لحاظ سے ''صحیح'' ہے اس کے باوجود جو حدیث پر جھوٹے (٨٣) ہونے کا فیصلہ کرے وہ خطا کرتا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی سے

٧٨۔ مرقات، كتاب المناقب، باب جامع المناقب، الفصل الثاني، برقم: ٦٢٤٤، ٣٨٠/١١

٧٩۔ المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة رضي الله عنهم، فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه، أنا مدينة العلم إلخ، برقم: ٤٦٩٥ عن ابن عباس رضي الله عنهما. أيضاً المعجم الكبير للطبراني، ٥٥/١١، برقم: ١١٠٦١

٨٠۔ سنن الترمذي، كتاب المناقب، باب بعد باب مناقب علي رضي الله عنه، برقم: ٣٧٢٣، ٤٧٦/٤، و قال العسقلاني: و إسناده مضطربٌ (هداية الرواة، كتاب المناقب، باب مناقب علي رضي الله عنه، برقم: ٦٠٤٢، ٤٢٦/٥-٤٢٧)

٨١۔ الصواعق المحرقة، الباب التاسع، الفصل الثاني في فضائله، ص١٧٣

٨٢۔ لمعات التنقيح، كتاب المناقب، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه، الفصل الثاني، ٢/ق ٣٥٠/أ

٨٣۔ امام حاکم نے اس روایت کے بارے میں لکھا کہ هذا حديث صحيح الأسناد و لم يخرجاه و امام ذہبی نے "التلخيص" میں لکھا کہ بل موضوع و قال الحاكم: و أبو الصّلت ثقة مأمون، قال الذهبي لا والله، لا ثقة و لا مأمون، وهو قول ابن الملقن، (كتاب تلخيص المستدرك على هامش المستدرك، كتاب معرفة الصحابة، باب ذكر إسلام أمير المؤمنين علي رضي الله

اس کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا یہ حدیث "حسن" ہے، (۸۴) ضمہ (یعنی پیش) کے ساتھ پڑھنے کا شاذ موقف بھی نقل کیا گیا ہے، اس کا جواب دیا کہ "و علیٌّ بابُها" "علی اس کا دروازہ" کا معنی ہے کہ یہ "العلو" سے فعیل ہے، صراط علی مستقیم کی حد کی بنیاد پر "علی" کی رفع اور تنوین سے جیسا کہ یعقوب نے اسے پڑھا ہے، انتہی (۸۵)، "الطیبی" نے فرمایا شاید شیعہ لوگوں نے اس سے دلیل لی ہے کہ علم و حکمت آپ کے ساتھ مختص ہے اور آپ کے غیر کی طرف تجاوز نہیں کرتی سوائے آپ رضی اللہ عنہ کے واسطے کے کیونکہ گھر میں دروازے سے ہی داخل ہوا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَ أْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا﴾ (۸۶) اور اُن کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ جنت کا گھر حکمت کے گھر سے زیادہ وسیع نہیں ہے، جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ انتہی (۸۷)، "لمعات" (۸۸) میں ہے کہ یہ (فرمان) اس دروازے تک محدود ہونے کا تقاضا نہیں کرتا اور یہ دروازہ خاص ہے، علم کے ساتھ مخصوص ہے، اور یہ بھی آیا ہے کہ "أقضاکم

عنه برقم ٣٩٥٤، ٣/٣٣٩ و في "المرقاة" قال يحيى بن معين [illegible] و كذا قال أبو حاتم و يحيى بن سعيد و في الدرر تبعي [illegible] الترمذي في المناقب من "جامعه" و قال منكر و كذا قال البخاري، و [illegible] صحيح، و [illegible] الجوزي في "الموضوعات" و قال ابن دقيق العيد هذا حديث لم يثبتوه [illegible] باطل، لكن قال الحافظ أبو سعيد العلائي الصواب أنه حسن [illegible] صحيح و لا ضعيف فضلاً عن [illegible] موضوعاً ذكره الزركشي (مرقاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه برقم ٦٠٩٦ (١٠) ١١/٢٥٣)

٨٤۔ مرقاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه، برقم ٦٠٩٦ (١٠)، ١١/٢٥٣

٨٥۔ أيضاً

٨٦۔ البقرة: ٢/١٨٩، ترجمہ: "اور گھروں میں دروازوں سے آؤ"۔

٨٧۔ شرح الطيبي على مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه، الفصل الثاني، برقم ٦٠٩٦ (٧)، ١١/٢٧٢۔ أيضاً مرقاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه، الفصل الثاني، برقم ٦٠٩٦ (١٠)، ١١/٢٥٣

٨٨۔ لمعات التنقيح، كتاب المناقب، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه، ٢/ق ٣٥٦

علِيٌّ" (۸۹) "یعنی، تم میں زیادہ فیصلہ کرنے کی صلاحیت علی کو حاصل ہے"، ہر قسم کی بھلائیاں، میراث، انوار اور اسرار جو نبوت کے سورج سے روشن و ظاہر ہوئے اُن کے محاسن و مظاہر ہیں کہ نہ شمار کیا جا سکتا ہے اور نہ گنا جا سکتا ہے، انتہی (۹۰)۔ اور جس روایت میں یہ زیادہ کہ "أَنَا مدينةُ العلمِ و أَبُوْ بكرٍ بابُهَا وَ أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ عُمَرُ بَابُهَا وَ أَنَا مدينةُ الحياءِ و عُثمانُ بابُه" "یعنی، میں علم کا شہر ہوں، اور ابو بکر اُس کا دروازہ ہے، میں علم کا شہر ہوں اور عمر اُس کا دروازہ ہے، میں حیاء کا شہر ہوں اور عثمان اُس کا دروازہ ہے" پس ظاہر اس (روایت) کا عدم ثبوت ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ روایت کتب معتبرہ میں نہیں پائی جاتی، ہاں "مرقات" (۹۱)، "لمعات" (۹۲) میں ہے کہ "مسند الفردوس" (۹۳) میں مذکور ہے کہ أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ أَبُوْ بَكْرٍ أَسَاسُهَا، و عُمَرُ حِيْطَانُهَا، وَ عُثمانُ سقفُهَا و عليٌّ بابُهَا، یعنی "میں علم کا شہر ہوں، ابو بکر اُس کی بنیاد، عمر اُس کی دیواریں، عثمان اُس کی چھت اور علی اُس کا دروازہ ہے"۔ انتہی

"حديقة الحقائق" شیخ ثنائی میں ہے ۔

خال ما درد بہر دینار لازم مر نور چشم زہرا را
ہر کہ حال زین شمار بودہ مر و را با علی چہ کار بود

اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ اُن اشعار میں سے ہے جو شیعہ نے کہے ہیں اور انہیں "حدیقہ" کے ساتھ لاحق کر دیا ہے حالانکہ ثنائی اس سے بری ہیں جیسا کہ محققین

٨٩۔ مرقاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه، الفصل الثاني، برقم ٦٠٩٦۔ (١٠)، ١١/٢٥٣۔ أيضاً مقاصد الحسنة، حرف الهمزة، برقم: ١٤٢، ص ٩٥، ٩٦ و قال: قلت و مثل هذه الصيغة حكمها الرفع على الصحيح

٩٠۔ لمعات التنقيح، كتاب المناقب، باب مناقب علي رضي الله عنه، الفصل الثاني، ٢/ق ٣٥٦/أ

٩١۔ مرقاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه، الفصل الثاني برقم ٦٠٩٦۔ (١٠)، ١١/٢٥٣

٩٢۔ لمعات التنقيح، كتاب المناقب، باب مناقب علي رضي الله عنه، الفصل الثاني، ٢/ق ٣٥٦/أ

٩٤۔ فردوس الأخبار، باب الألف، ذكر أخبار حدثت عن النبي ﷺ في مناقبه، برقم ١٠٨، ١/٤٢

نے اس کی تحقیق کی ہے، "سفینة الاولیاء" میں ہے کہ جیسا کہ حکیم ثنائی میں کچھ اشعار نامعقول ملائے گئے ہیں جن کو سننے کے بعد اس فقیر کے دل میں انکار پیدا ہوا، ایک روز جب غزنی میں داخل ہوا تو میں نے تہیہ کیا وہاں کے جملہ اکابر کی زیارت کا شرف حاصل کروں گا سوائے حکیم ثنائی کے، رات کو خواب میں دیکھا کہ غزنی کے مشائخ کی زیارت کر رہا ہوں تو ایک شخص کہہ رہا ہے کہ یہ حکیم ثنائی کی قبر ہے، جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ قبر سفید پتھر کی بنی ہوئی ہے اور اُس پر لکھا ہوا ہے کہ یہ قبر حکیم ثنائی کی ہے اور اس میں شک ہے کہ سال بھی تحریر تھا یا نہیں، جب یہ مشاہدہ ہوا تو سمجھ گیا کہ یہ اشارہ ہے کہ حکیم ثنائی کی قبر کی بھی زیارت کریں جب صبح اُن کی زیارت کی تھی جو خواب میں دیکھی تھی جس کے بعد انہیں یقین ہو گیا یہ اشعار بدعتیوں کے ملائے ہوئے ہیں۔ انتہی

یہ کہنا کہ عبدالرحمن بن ملجم نے حضرت معاویہ سے قبل ایک عورت سے عشق کیا تھا

اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ بات معتبر روایات کے خلاف ہے اس سے ظاہر ہے کہ یہ محض ایک قول ہے "اکمال صانع الاسنی" میں ہے کہ ابن ملجم کے قتل کی بات اس طرح ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب نہروان کے خارجیوں کی بیخ کنی کرنا چاہی تو اُن کے گروہ میں سے ابن ملجم مرادی، برک صریمی، ابو بکر بن عمر تمیمی تینوں مکہ مکرمہ میں اکٹھے ہوئے۔ ابن ملجم نے کہا کہ "میں علی کے لئے کافی ہوں"، برک نے کہا "میں معاویہ کے لئے کافی ہوں"، بکر بن عمر تمیمی نے کہا "میں عمرو بن عاص کے لئے کافی ہوں" اس کے بعد بیت اللہ شریف کے پاس تینوں نے آپس میں عہد کیا، اور پختہ وعدہ کیا کہ کوئی شخص اپنے مطلوب کو قتل کئے بغیر نہ لوٹے گا یا خود مر جائے گا، اور انہوں نے طے کیا کہ وہ انہیں فجر کی نماز میں قتل کریں گے اپنی تلواروں کو زہر آلود کیا، رجب کے آخر میں اُن میں سے ہر ایک اس شہر کی طرف روانہ ہوا جہاں اُس کا ہدف تھا، ابن ملجم کوفہ پہنچا جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور وہاں خارجی بھی تھے، اُس نے انہیں بتایا کہ وہ کس مقصد سے آیا ہے، انہوں نے اُسے اپنے پاس رکھا اور اس قتل کے لیے پیش

بندی کی، اُس کے ساتھ شبیب بن غرہ اور وردان بن مجالد تھے، جب رات ہوئی تو ابن ملجم نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ تلواریں لے کر بابُ السدہ کے سامنے بیٹھ جائیں جہاں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلا کرتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر صبح اذان کے وقت نکلتے تھے لوگوں کو نمازِ صبح کے لئے جگاتے، آپ لوگوں کو نماز، نماز پکارتے نکلے تو شبیب نے آپ پر حملہ کر دیا اور اُس کی تلوار دروازے کی چوکھٹ کو لگی، ابن ملجم نے آپ کے کندھے پر وار کیا اور وردان بھاگ گیا۔ انتہی (۹۵)

ہاں اُس کا ایک عورت کے ساتھ عشق ثابت ہے جس نے اُسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کا کہا "مستدرک" (۹۶) میں سدی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ابن ملجم کا

٩٥۔ شیخ الاسلام ابن حجر اس کو یوں بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ اور حضرت علی کے درمیان نزاع طول پکڑ گیا تو تین خارجی عبدالرحمن بن ملجم المرادی، برک اور عمر و تمیمی نے مکہ میں اکٹھے ہو کر معاہدہ کیا کہ وہ حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص کو قتل کر کے لوگوں کو ان سے نجات دلائیں گے، ابن ملجم نے حضرت علی، برک نے حضرت معاویہ اور عمرو نے حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہم) کو قتل کرنے کی ٹھانی اور یہ طے پایا کہ ان کا قتل گیارہ یا سترہ رمضان کی رات کو ہو۔ پھر ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے شکار کے ٹھکانے کی طرف چل پڑا، ابن ملجم کوفہ آیا اور اپنے خارجی ساتھیوں سے ملا اور انہیں اپنے ارادے سے بالکل مطلع نہ کیا۔ شبیب بن بجرة الاشجعی وغیرہ نے اس سے موافقت کی۔
١٧ رمضان ۴۰ھ کو جمعہ کی رات تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سحری کے وقت بیدار ہوئے اور اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں نے آج شب رسول کریم ﷺ کو دیکھا اور عرض کیا کہ آپ کی امت نے میرے ساتھ کوئی بھلائی نہیں کی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ ان کے لئے بددعا کرو تو میں نے دعا کی: اے اللہ! مجھے اس کے بدلے میں وہ آدمی دے جو میرے لئے بہتر ہو اور انہیں میرے بدلے میں وہ آدمی دے جو ان کے لئے بُرا ہو، پھر آپ کی طرف بطخیں چلاتی ہوئی آئیں تو لوگوں نے انہیں دھتکار دیا آپ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو یہ نوحہ کرنے والی ہیں۔ اسی اثناء میں مؤذن نے آ کر کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے تو آپ دروازے سے آواز دیتے ہوئے نکلے کہ اے لوگو! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ شبیب نے آپ پر تلوار کا وار کیا جو دروازے پر لگا پھر ابن ملجم نے اپنی تلوار سے وار کیا جو آپ کی پیشانی پر لگا اور کھوپڑی سے ہوتے ہوئے دماغ تک پہنچ گیا اور ابن ملجم بھاگ گیا۔ الخ (الصواعق المحرقة، الباب التاسع، الفصل الخامس في وفاته رضي الله عنه، ص ۱۸۸، ۱۸۹) اور ابن ملجم بھی پکڑا گیا اور آگ میں جلایا گیا۔

٩٦۔ المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة رضي الله عنه، برقم: ٤٧٤٨، ٣/٣٥٤)

ایک خارجی عورت کے ساتھ عشق تھا جسے قطام کہتے تھے اس سے نکاح کیا تین ہزار درہم
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتل اُس کا مہر مقرر کیا، اس بارے میں فرزدق نے کہا ہے کہ

فلم أرَ مهراً ساقه ذو سماحة
كمهرِ قطام بين فصيح و أعجم
ثلاثةُ آلافٍ و عبدٌ و قينةٌ
وَ ضربُ عليّ بالحسام المصمّم
فلا مَهرَ أغلى من عليّ وَ إن غلا
وَ لا فتكَ إلا فتكَ ابن ملجم (۹۷)

یعنی، پس نہیں دیکھا کوئی مہر (درہم) جو دیا کسی دینے والے نے مثل مہر
قطام کے عرب وعجم میں تین ہزار اور غلام اور باندی اور حضرت علی رضی
اللہ عنہ کو زہر آلودہ تلوار سے قتل کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر
کوئی مہر نہیں ہے، اور نہیں ہے غفلت میں وار کرنا مگر وار ابن ملجم کا۔

اسی طرح "الصواعق" (۹۸) میں ہے۔

"طبرانی" (۹۹) میں ہے کہ کوفہ میں ایک خوبصورت عورت رہتی تھی جس سے
خوبصورت کوئی نہیں تھی اُس کا نام "قطام" تھا اور وہ خوارج کی اولاد میں سے تھی، جنگ
نہروان کے روز اُس کے باپ اور بھائی قتل ہوئے تھے اور عبد الرحمٰن (ابن ملجم) اس
سے محبت کرتا تھا اُس نے اُسے نکاح کا پیغام دیا تو اُس نے کہا کہ میرا مہر گراں ہے، اُس

۹۷۔ "مستدرک" میں اشعار اس طرح ہیں
فلم أرَ مهراً ساقهُ ذو سماحة — كمهر قطام من غني و معدم
ثلاثةُ آلاف وَ عبدٌ و قينةٌ — و ضرب علي بالحسام المصمم
فلا مهر أغلى من عليّ و إن غلا — و لا فتك إلا دون فتك ابن ملجم
(المستدرك، كتاب معرفة الصحابة رضي الله عنهم، برقم ۴۷۴۸، ۳/۳۵۴)
۹۸۔ الصواعق المحرقة، الباب التاسع، الفصل الخامس في وفاته رضي الله عنه، ص [illegible]
۹۹۔ المعجم الكبير للطبراني، ۱/۹۸

نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اُس نے کہا تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک باندی اور حضرت علی
رضی اللہ عنہ کا خون، جس پر اُس نے کہا میں یہ کام کروں گا مصر سے اسی لئے آیا ہوں،
اُس عورت نے سمجھا کہ یہ مذاق کر رہا ہے پس جب سے معلوم ہوا کہ اُس نے سچ پورا کر
دکھایا ہے، اُس نے سب پورا کر دیا تو اس نے شادی کرنے کے لئے اُس کا پیچھا کیا، اس
پر ابو عباس مرادی (۱۰۰) نے کہا

فلم أرَ مهراً ساقهُ ذو سَماحةٍ إلى آخر الأبيات، انتهى

یعنی، میں نے نہیں دیکھا کوئی مہر جو دیا کسی دینے والے نے۔ الخ

اس سے ظاہر ہوا کہ یہ کہنا کہ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھا بلا
ثبوت افتراء ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے، یہ آخری بات ہے جو ہم نے مطاعن اور عیوب کے
ردّ کے سلسلے میں تحریر کی ہے، بعون اللہ الملہم الوہاب

خاتمہ

موقع کی مناسبت سے چند باتیں

جاننا چاہئے کہ معترض اگر اپنے آپ کو اہلسنت وجماعت سے خارج سمجھتا ہے تو اس
سے ہماری کوئی بات نہیں ہے اس لئے کہ تحقیق اس کے کانوں پر دستک نہیں دے گی (یعنی
اُس تحقیق کو وہ قبول نہیں کرے گا) لہٰذا سوال وجواب میں وقت ضائع کرنا بیکار ہے (۱۰۱)
اور اگر اہلسنت وجماعت سے ہے تو پھر ثابت ہو چکا ہے کہ اہلسنت کا طریقہ گزشتہ زمانے
میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین کو کچھ ہوا، اُس سے زبان کو بند رکھنے کے ساتھ اُن کی
تعریف اور تزکیہ ہے، "الصواعق" (۱۰۲) میں ہے کہ جاننا چاہئے کہ جس پر اہلسنت و

۱۰۰۔ مجمع الزوائد، كتاب المناقب، باب بعد باب في وفاته رضي الله عنه، برقم ۱۴۷۹۱، ۹/۱۴۰ میں قال بن عباس المرادی جب کہ امام طبرانی کی "المعجم الکبیر" ۱۰۳/۱۰ میں ہے وقال ابن ابی عیاش المرادی
۱۰۱۔ اس سے معلوم ہو کہ جو شخص اہلسنت والجماعت میں سے نہیں ہے اُس سے بحث مباحثہ نہیں کرنا چاہیے کہ اس کا حاصل کچھ بھی نہیں ہے صرف وقت ضائع کرنا ہے۔
۱۰۲۔ الصواعق المحرقة، الخاتمة في بيان اعتقاد أهل السنة و الجماعة في الصحابة إلخ، ص ۲۹۶

جماعت کا اجماع ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ صحابہ کرام کا تزکیہ بیان کریں
اُن کیلئے عدالت ثابت کریں، اُن پر طعن سے اپنی زبانوں کو بند رکھیں، اُن کی تعریف کریں،
پس اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن) کی آیات میں اُن کی تعریف فرمائی ہے۔ انتہی

قُطبُ الاقطاب حضرت مجدّد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے "مکتوبات" کی
دوسری جلد کے مکتوب ۶۷ میں فرمایا ہے جو اہلسنت وجماعت کے عقیدے کے بیان میں
ہے کہ حضرت پیغمبر ﷺ نے فرمایا "میرے اصحاب میں جو اختلاف ہوا اُس سے اپنے آپ کو
بچاؤ، اُن میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی بُری بات نہیں کرنا چاہئے، حضور علیہ التحیۃ و
الثناء کے تمام صحابہ کو بزرگ و بہتر سمجھنا چاہئے، سب کو اچھے الفاظ سے یاد کرنا چاہئے، ان
بزرگوں میں سے کسی ایک کے بارے میں نہ بری بات کرنی چاہئے اور نہ بُرا گمان رکھنا
چاہئے، اُن کے مابین نزاع کو دیگر مصلحتوں سے بہتر جاننا چاہئے، فلاح ونجات کا یہی راستہ
ہے کیونکہ صحابہ کرام سے دوستی پیغمبر ﷺ کے ساتھ دوستی کے ذریعے ہے، ان سے بغض
پیغمبر علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ بغض سے نکلتا ہے (۱۰۳)، کسی بزرگ نے فرمایا
جس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی عزت نہ کی جس نے گویا کہ ایمان ہی نہ لایا،
انتہی (۱۰۴)، "غنیۃ الطالبین" میں ہے اہلسنت وجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ ان کے
مابین اختلافات سے دور رہنا اُن کی برائی سے اپنی زبانیں بند رکھنا، اُن کے فضائل، ان کی
نیکیوں کو ظاہر کرنا چاہئے، باقی اُن کے مابین جو تھا وہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا چاہئے۔
انتہی (۱۰۵)، شیخ (محقق) عبد الحق محدث دہلوی نے "لمعات" میں لکھا ہے کہ اہلسنت و
جماعت اس پر متفق ہیں کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ تمام صحابہ کی پاکیزگی اور ان کی
عدالت بیان کریں، اُن کو بُرا بھلا کہنے، ان کو الزام دینے سے دور رہنا چاہئے اور اُن کی
تعریف کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے اُن کی عدالت اور تزکیہ اور تعریف

۱۰۳۔ یعنی، جس نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بغض رکھا گویا اس نے نبی کریم ﷺ سے بغض رکھا۔
۱۰۴۔ مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، دفتر دوم، حصہ ہفتم، مکتوب ۶۷، ص ۴۹
۱۰۵۔ غنیۃ الطالبین، القسم الثانی، العقائد و الفرق الإسلامیۃ، فصل في فضل الأمۃ المحمدیۃ إلخ، ۱/۱۴۴

فرمائی ہے، انتہی، "تکمیل الایمان" میں ہے کہ اہلسنت وجماعت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ
صحابہ کرام کا تذکرہ بجز خیر کے یاد نہ کیا جائے اور لعن، سبّ وشتم اور اعتراض وانکار نہ کیا
جائے اور اُن کی شان میں بے ادبی کی راہ اختیار نہ کی جائے۔ انتہی (۱۰۶)

اسی میں ہے کہ علماء مجتہدین اور سلف صالحین میں سے کسی کا بھی اُن پر لعنت کرنا
منقول نہیں ہے، اصل میں اہلسنت کی عادت ہی یہ ہے کہ سبّ وشتم اور لعن طعن کو ترک
کرتے ہیں کیونکہ "اَلْمُؤْمِنُ لَیْسَ بِلَعَّانٍ" مسلمان کی شان ہی نہیں کہ وہ کسی پر لعنت
کرے، انتہی (۱۰۷)

"الطریقۃ المحمدیۃ" میں ہے کہ خیر کے علاوہ اُن کا ذکر نہیں کرنا چاہئے،
(۱۰۸) "شرح العقائد" میں ہے کہ خیر کے علاوہ کسی طریقہ پر تمام صحابہ کرام کے ذکر
سے کفِ لسان کیا جائے، چاہئے کہ اُن کا ذکر خیر کے ساتھ کیا جائے۔ احادیث صحیحہ کی
وجہ سے جو اُن کے مناقب میں ہے، اور اُن پر طعن کرنے سے اور اُن کی تحقیر کرنے سے
زبان کو روکنے کے بارے میں وارد ہیں، حضور ﷺ کا فرمان ہے "میرے صحابہ کو بُرا نہ
کہو" اور آپ ﷺ کا فرمان کہ "میرے صحابہ کی تعظیم کرو اس لئے کہ وہ تم سب سے بہتر
ہیں" اور آپ ﷺ کا فرمان کہ "میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو میرے بعد تم
انہیں نشانہ نہ بنانا" الخ (۱۰۹) اور "شرح عقائد" میں ہے کہ بہر حال سلف مجتہدین اور
علماء صالحین سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے گروہ پر لعنت کرنے کا جواز منقول
نہیں ہے کیونکہ اُن پر زیادہ سے زیادہ الزام امام کے خلاف بغاوت اور خروج کا ہے اور
یہ چیزیں لعن کو واجب نہیں کرتیں۔ انتہی، (۱۱۰) "حل الفقہ الأکبر" میں ہے ہم کسی

۱۰۶۔ تکمیل الایمان، بکف عن ذکر الصحابۃ إلا بخیر، ص ۱۶۹
۱۰۷۔ تکمیل الایمان، بیان بیعت کار معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ، ص ۷
۱۰۸۔ الطریقۃ المحمدیۃ، الباب الثانی في الأمور المہمۃ في الطریقۃ المحمدیۃ، الفصل الأول في تصحیح الاعتقاد، ج ۱، ص ۴۲
۱۰۹۔ شرح العقائد، بکف عن ذکر الصحابۃ، ص ۳۳۷، ۳۳۸
۱۱۰۔ شرح العقائد، بکف عن ذکر الصحابۃ إلا بخیر، ص ۳۳۸، ۳۳۹

بھی صحابی کا ذکر خیر کے سوا نہیں کرتے کیونکہ آثار اور روایات جب اُن کی فضیلت اور شان میں تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، اس لئے اُن کو الزام سے دور رکھنا واجب ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ "میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو" انتہی، "عقیدہ ابی جعفر طحاوی" (۱۱۱) میں ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ، ازواج اور اولاد کے لئے اچھی بات کی وہ نفاق سے دُور رہا۔(۱۱۲) صحابہ، تابعین میں علماء سلف اور اُن کے بعد اہلِ خبر واثر، اہلِ فقہ ونظر نہیں، انہوں نے انہیں اچھے الفاظ کے سوا کبھی بھی یاد نہیں کیا ہے جنہوں نے انہیں بُرائی سے یاد کیا ہے وہ غلط راستے پر ہیں۔ انتہی (۱۱۳)، "عقائد

۱۱۱۔ العقيدة الطحاوية، ص ۸۲

۱۱۲۔ اس کے تحت علامہ محمد بن محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں: کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اللہ تعالیٰ نے بہت جگہوں پر تعریف فرمائی ہے ان سے ایک یہ ہے کہ ﴿ و السابقون الاولون من المهاجرين و الانصار ﴾ (التوبہ: ۹/ ۱۰۰) ترجمہ: "اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار"۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ يوم لا يخزي الله النبي و الذين امنوا معه ﴾ (التحریم: ۶۶/ ۸) ترجمہ: "جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو" اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ اشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله و رضوانا ﴾ (الفتح: ۴۸/ ۲۹)، ترجمہ: "کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدہ میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے"۔ پس ان کی تعظیم واجب ہوئی، اس لئے جس نے ان کے لئے اچھی بات کہی وہ نفاق سے بری ہوا، اسی طرح ازواج النبی ﷺ ہیں، وہ مومنوں کی مائیں ہیں اور اُن کے ساتھ خاتم النبیین ﷺ کی صحبت کی برکت ہے۔ اور اسی طرح حضور ﷺ کی ذریت اور عترۃ طاہرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اُن سے ہر ناپاکی دُور کر دے اور انہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے، پس اُن کی محبت ایمان کی اور ان سے بیزاری نفاق کی علامت ہے، ان کے بارے میں بُری بات بدباطنی اور بداعتقادی کی بناء پر ہے (شرح العقيدة الطحاوية، العشرة المبشرون بالجنة، ص ۱۳۱)۔

۱۱۳۔ علامہ بابرتی اس کے تحت لکھتے ہیں کہ کیونکہ ان کی تعظیم دین کی تعظیم سے ہے کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، شریعت مطہرہ کو نقل کرنے والے ہیں پس ان کی اتباع اور ان کی تعریف اور ان کے بارے میں طعن سے زبان کو روکنا واجب ہے، پس جس نے ان کا برائی کے ساتھ ذکر کیا اور ان کے بارے میں طعن کیا تو اس نے دین میں طعن کیا اور مرسلین کے راستے سے عدول کیا اور یہ نفاق، اختلاف کی علامت ہے (شرح العقيدة الطحاوية، كلمة حق في علماء السلف، ص ۱۳۲) اور امام طحاوی نے لکھا ہے کہ جنہوں نے اسے برائی سے یاد کیا وہ غیر سبیل یعنی غلط راہ پر ہیں اس کے تحت فقیہ عبد الغنی میدانی حنفی

سنیہ" میں ہے اُن میں سے کسی ایک پر کوئی بھی الزام ہونا جائز نہیں ہے ہمیں اُن کے بارے میں خیر کے سوا کوئی بھی بات نہیں کرنی چاہئے اور اُن کے اختلافی معاملات سے خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اپنے آپ کو میرے صحابہ کے اختلافی معاملات سے بچاؤ"، (۱۱۳) انتہی۔ "جواهر الفتاوى" (۱۱۴) میں ہے کہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا خیر کے سوا ذکر نہ کرے، انتہی۔ ابو اللیث کی "بستان الفقه" میں ہے عقلمند کو چاہئے کہ صحابہ کے بارے میں اچھی بات کرے، اُن میں سے کسی کی بھی برائی نہ کرے۔ انتہی، "الصواعق" (۱۱۵) میں ہے، اسی طرح "لمعات" میں ہے کہ امام العصر ابو زُرعہ نے کبار شیوخ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا، جاننا چاہئے کہ اگر کوئی شخص کسی کو دیکھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو سب وشتم کر رہا ہے تو وہ جان لے کہ وہ "زندیق" ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ حق ہیں، قرآن کریم حق ہے، جو اُس کے ساتھ آیا وہ حق ہے اس میں سے جو ہمارے پاس پہنچا ہے وہ تمام صحابہ سے پہنچا ہے اس لئے جس نے ان کو مجروح قرار دیا اُس نے گویا کتاب وسنت کو باطل قرار دے دیا اور وہ خود تنقید، جرح، زندیق، گمراہی، جھوٹ اور فساد کے حکم کا زیادہ لائق ہے۔ انتہی

یہ عبارات اہلسنّت وجماعت کی جانب سے صریح نص ہیں جو تنقید سے زبان بند رکھنے کو واجب کرتی ہیں، اس لئے جو شقی ہے اُسے طعن سے باز آ جانا چاہئے ورنہ اُس کے لئے اہلسنّت وجماعت سے نکل جانے کی بُرائی کافی ہے اور اگر اپنے نفس کا دشمن اس کے باوجود خود کو اہلسنّت سے شمار کرتا ہے، اپنے آپ کو مجتہد گمان کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ ایسی باتیں ظاہر کر رہا ہے جو مجتہدین اسلاف سے پوشیدہ رہ گئیں اور صحابہ کرام کی

متوفی ۱۲۹۸ھ لکھتے ہیں جو مومنوں کی راہ کے غیر پر ہے پس وہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والوں میں سے ہے (شرح العقيدة الطحاوية، المسماة "بيان السنة و الجماعة" للميداني، ص ۱۲۹)

۱۱۳۔ عقائد السنية، الفصل الثالث في الصحابة المبشرة إلخ، ص ۱۷

۱۱۴۔ جواهر الفتاوى، كتاب أصول الدين، ق ۳۲۴/ب

۱۱۵۔ الصواعق المحرقة الخاتمة في بيان اعتقاد إلخ، ص ۲۹۹

عدالت پر تنقید کا ارادہ کرتا ہے تو یہ محض ظن وگمان ہے اور گمان حق کے معاملات سے بے نیاز نہیں کر سکتا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عدالت یقینی طور پر ثابت ہے جو قادحین کی قدح کو قبول نہیں کرتی۔ "مواهب" (۱۱۶) میں ہے صحابہ کے فضائل میں بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ کا اُن کی تعریف فرمانا اور اُس کی رضامندی اُن کے لئے کافی ہے۔ اس کے علاوہ صحابہ کرام کی تین قسمیں ہیں، پہلے مہاجر، دوسرے انصار، تیسرے وہ جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے، انتہی (۱۱۷)، اور اس طرح "اکمال" میں ہے کہ صحابہ کرام ظاہر کتاب وسنت اور اُن کے اجماع سے کہ جن کے اجماع پر اعتماد کیا جاتا ہے کے مطابق سب کے سب عادل تھے۔ انتہی، "انموذج اللبيب" للسيوطی میں ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں اس لئے اُن میں سے کسی ایک کی بھی عدالت کے بارے میں بحث نہ کی جائے گی جیسا کہ دیگر رُوات کے بارے میں کی جاتی ہے جیسا کہ "شرح جمع الجوامع" میں ہے، محمد قرطبی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تمام صحابہ کے لئے جنت اور اپنی رضامندی کو واجب کیا ہے، انتہی۔ اسی میں ہے کہ ابن حزم نے کہا کہ تمام صحابہ قطعی طور پر جنت میں ہیں، اسی میں کہ اُن میں کوئی بھی آگ میں داخل نہ ہو گا۔ "بحر السعادت" میں ہے کہ تمام صحابہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہے، انتہی۔ شیخ علی قاری کی "مرقات" (۱۱۸) میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فضل اور عدل والوں میں سے ہیں اور شان والے صحابہ میں سے ہیں، البتہ اُن کے مابین جو جنگیں ہوئیں ان میں ہر ایک گروہ کے پاس کچھ شبہات تھے جن کے سبب سے وہ اپنے آپ کو درست اعتقاد کر رہے تھے، ہر ایک اُن جنگوں کے لئے تاویل رکھتا ہے اس لئے اس سے اُن میں سے کوئی بھی عدالت سے خارج نہ ہو گا کیونکہ وہ مجتہد ہیں جنہوں نے مسائل میں آپس

۱۱۶۔ المواهب اللدنية، المقصد السابع، الفصل الثالث في ذكر محبة أصحابه ــــ إلخ، في محبة الصحابة، ۵۳۹/۲

۱۱۷۔ المواهب اللدنية، المقصد السابع، الفصل الثالث في ذكر محبة أصحابه ــــ إلخ، في محبة الصحابة، ۵۴۳/۲

۱۱۸۔ مرقاة المفاتيح، كتاب المناقب، باب مناقب الصحابة، ۱۵۱/۱۱

میں اختلاف کیا جیسا کہ اُن کے بعد والے مجتہدین نے مسائل میں آپس میں اختلاف کیا، جن مختلف مسائل میں آپس میں اختلاف کیا اس کی وجہ سے اُن میں سے کسی ایک میں بھی نقص لازم نہیں آتا، انتہی۔ "تنبيه المغترين" میں شیخ عارف عبد الرحمٰن شعرانی نے فرمایا حضرت فضیل بن عیاض، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر رحم کھاتے تھے، فرماتے تھے کہ وہ اکابر علماء میں سے تھے، انتہی (۱۱۹)۔ "حضرات القدس" میں مذکور ہے کہ ایک سید سے منقول ہے کہ مجھے حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے ساتھ جنگ کرنے والوں سے خاص طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سخت نفرت تھی، ایک رات حضرت کی کتاب "قدسی آیات" (مکتوبات امام ربانی) کا مطالعہ کر رہا تھا اُس میں لکھا دیکھا کہ امام مالک نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے کو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دینے کے برابر قرار دیا ہے، اس عبارت پر میں برہم ہوا اور "مکتوبات" کو زمین پر پھینک دیا اور سو گیا، دیکھتا ہوں حضرت (مجدد) صاحب سخت غصے کی حالت میں تشریف لائے ہیں، میرے دونوں کان اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر فرما رہے ہیں کہ اے طفلِ نادان! میری تحریر پر اعتراض کرتے ہو! اور میرے کلام کو زمین پر پھینکتے ہو، اگر تو ہماری بات پر یقین نہیں رکھتا تو چل میں تجھے حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی بارگاہ میں لے کر چلتا ہوں، پھر آپ کشاں کشاں ایک باغ میں لے گئے، وہاں ایک بڑی عمارت تھی جس میں ایک بزرگ تشریف رکھتے تھے حضرت مجدد نے اس بزرگ کے آگے تواضع کی تو اُس بزرگ نے خوشی کا اظہار کیا، حضرت مجدد نے میری بات اُس بزرگ کو بتائی، اس کے بعد مجھے فرمایا یہ حضرت امیر (کرم اللہ وجہہ) تشریف فرما ہیں، سنو کہ کیا فرماتے ہیں، میں نے آپ کو سلام کیا، حضرت امیر (کرم اللہ وجہہ) نے فرمایا خبردار ہزار بار خبردار! سید الابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب سے اپنے دل میں بغض نہ رکھنا، ان بزرگوں کی عیب جوئی نہ کرنا، ہم جانتے ہیں اور ہمارے بھائی جانتے ہیں کہ کن اچھی

۱۱۹۔ تنبيه المغترين، الباب الأول: من أخلاق السلف الصالح، و من أخلاقهم و غيرتهم لله تعالى إذا ــــ حرماته إلخ، ص ۳۸

نیتوں کے تحت ہمارے مابین جھگڑے ہوئے، حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، ان کی باتوں کا انکار نہ کرنا۔ انتہی(۱۲۰)

اے مُنصِف دیکھ! اہلسنت کا موقف کیسا پاکیزہ ہے، حضرت امیر (کرم اللہ وجہہ) کے حکم کے مطابق ہے۔ ہم یہاں خاتمہ کا اختتام کرتے ہیں اس میں بینا کے لئے بڑا سبق ہے، طبیعت اور وقت بھی اتنے کا ہی تقاضا کرتا ہے۔ حال تو یہ ہے کہ اقوال لکھنے کے لئے دل آمادہ نہ تھا پر اس پر مجھے اس وعید اور تہدید نے آمادہ کیا جسے خطیب نے "جامع"(۱۲۱) میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جب فتنے ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو گالیاں دی جائیں تب علماء کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہئے، جو ایسا نہیں کرے گا اُن پر اللہ تعالی، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، اللہ اُس کا نہ کوئی حرف قبول فرمائے گا نہ عدل''۔ انتہی۔ اس لئے اہلسنت و جماعت کے جن اقوال سے میں واقف تھا وہ میں نے ظاہر کئے، نہ کہ اپنی فضیلت کے اظہار اور براءت کے ادّعا کے لئے، اللہ تعالی اسے سرکشی سے ہدایت کا ذریعہ بنائے، ہمیں کجی اور گمراہی سے محفوظ رکھے۔

اے رب! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے شک تو ہے بڑا دینے والا۔ اے اللہ! ہماری حرکات وسکنات کو اپنی رضا کے موافق بنا۔ سید الابرار ﷺ، ان کی پاک اولاد اور شان والے صحابہ کے صدقے آپ پر اور اُن (صحابہ) پر قیامت کے روز تک درود وسلام ہوں۔

(شب پیر، ۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ، ۴ فروری ۲۰۱۳م، ترجمہ مکمل ہوا)

☆☆☆

۱۲۰۔ حضرت القدس (اردو)، حضرت تیم، حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا حلیہ، تصرفات اور کرامات، کرامت ۱۰، ۱۸۶،۱۸۵/۲

۱۲۱۔ الجامع لأخلاق الراوی و آداب السامع، رقم: ۱۳۹۳، ۲/۱۶۵

مآخذ ومراجع

☆ **أشعة اللمعات** شرح مشكاة (فارسي)، للدهلوي الشيخ المحدّث المحقق عبد الحق بن سيف الدين الحنفي (١٠٥٢هـ)، كتب خانه مجيدية، ملتان

☆ **البحر الرّائق** شرح كنز الدّقائق، لابن نجيم، زين الدّين بن إبراهيم بن محمد المصرى الحنفي (ت ٩٧٠هـ)، ضبطه الشّيخ زكريا عميرات، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٨هـ-١٩٩٧م

☆ **بدائع الصنائع** في ترتيب الشرائع، للكاساني، علاؤ الدين أبي بكر بن مسعود الحنفي (ت٥٨٧هـ) تحقيق و تعليق على محمد معوض و عادل أحمد، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ- ١٩٩٧م

☆ **تاريخ الإسلام** و وفيات المشاهير و الأعلام، للذهبي الحافظ المؤرّخ شمس الدين محمد بن أحمد (ت٧٤٨هـ)، تحقيق الدكتور عمر عبد السلام، دار الكتاب العربي، بيروت، الطّبعة الثانية ١٤١٣هـ- ١٩٩٣م

☆ **تحقيق اليمانيات المسلولة**، للدكتور/ المرابط محمد يسلم المجتبى، مكتبة الإمام البخارى، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠هـ- ٢٠٠٠م

☆ **تطهير الجنان و اللسان**، للهيتمي، الإمام المحدّث أحمد بن محمد بن على بن حجر المكي الشّافعي (ت ٩٧٤هـ)، علّق عليه عبد الوهاب عبد اللطيف، مكتبة القاهرة، مصر

☆ **تعليق المسند** الإمام أحمد بن حنبل (ت٢٤١هـ)، تحقيق و تعليق شعيب الأرنؤوط وغيره، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٩هـ- ١٩٩٩م

☆ **تفسير بيضاوى**، للإمام ناصر الدين عبد الله بن عمر بن محمّد البيضاوى (ت٦٥١هـ)، دار احياء التراث العربي، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٨هـ- ١٩٩٨م

☆ **تكميل الإيمان**، للدهلوى، الشيخ المحقّق المحدّث عبد الحقّ الحنفى (١٠٥٢هـ)، الرحيم اكادمى، كراتشى

☆ **تنبيه المغترين** أواخر القرن العاشر على ما خالفوا فيه سلفهم الطّاهر للشعراني، الإمام عبد الوهاب بن أحمد الانصارى (ت٩٧٣هـ)، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٥هـ- ٢٠٠٤م

☆ **الجامع الصّغير** من حديثِ البَشِيرِ النَّذِير، للسّيوطى، جلال الدّين أبي الفضل عبدالرحمٰن بن أبي بكر الشّافعي (ت٩١١هـ)، تحقيق حمدى الدّمرداش، مكتبة نزار مصطفىٰ الباز، مكة المكرمة، الطّبعة الثّانية ١٤٢٠هـ- ٢٠٠٠م

☆ **الجامع لأخلاق الرّاوى و آداب السامع**، للخطيب ....، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطّبعة الثانية ١٤١٦هـ- ١٩٩٦م

☆ **جواهر الفتاوىٰ**، للإمام محمد بن عبد الرشيد الكرماني الحنفي، (ت٥٦٥هـ)، مخطوط مصوّر

☆ **حاشية الشّهاب** المسمّاة عناية الرّاضي و كفاية القاضي، للخفاجي، القاضي شهاب الدين أحمد بن محمد الحنفي (ت١٠٦٩هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٧هـ- ١٩٩٧م

☆ **حاشية المسايرة**، للعلامة قاسم، النّورية الرضوية پبلشنگ كمپنى، لاهور

☆ **حاشية مجمع البحرين**، للمحقّق إلياس قبلان، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٦هـ- ٢٠٠٥م

☆ **الحديقة الندية**، للنابلسي، العلامة عبد الغني الحنفي و هو من أساتذه مفتي محمد أمين الشّامي، مكتبة فاروقية، پشاور

☆ **حضرات القدس** (اردو) للعلامة بدر الدين السرهندى (ولادت ١٠٠٢هـ)، ترجمة: فقير محمد اشرف النقشبندى المجددى، مكتبه نعمانيه، سيالكوت ١٤٠١هـ

☆ **الدّرّ المختار** شرح تَنْوِيرِ الأبْصَار، للحصكفي، العلامة محمد بن على الحنفي (ت١٠٨٨هـ)، تحقيق عبدالمنعم خليل إبراهيم، دارالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٣هـ- ٢٠٠٢م

☆ **دلائل النبوة** و معرفة أحوال صاحب الشّريعة للبيهقى، الحافظ أبي بكر أحمد بن حسين (ت٤٥٨هـ)، تعليق الدكتور عبد المعطى قلعجى، دار

الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٣هـ- ٢٠٠٢م

☆ **سفر السعادة**، للفيروز آبادي، مجد الدين محمد ابن يعقوب الشيرازى صاحب القاموس (ت٨٢٦هـ)، تحقيق الشيخ خليل الميس، دار القلم، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٠٦هـ- ١٩٨٦م

☆ **سُنَن التّرمذى**، للإمام أبي عيسى محمد بن عيسى التّرمذى (ت٢٧٩هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ-٢٠٠٠م

☆ **سُنَن الكبرىٰ**، للنّسائي، الإمام أبي عبدالرحمٰن أحمد بن شعيب الخُراساني (ت٣٠٠٣هـ)، تحقيق حسن عبدالمُنعِم شلبى، مؤسّسة الرّسالة، بيروت الطّبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ- ٢٠٠١م

☆ **سُنَن أبي داؤد**، للإمام سليمان بن أشعث السّجستاني (ت٢٧٥هـ)، دار ابن حزم، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٨هـ- ١٩٩٧م

☆ **شرح الطيبي** على مشكاة المصابيح، للإمام شرف الدّين الحسين بن محمد (ت ٧٤٣هـ)، تعليق أبي عبدالله محمد على سمك، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولى ١٤٢٢هـ- ٢٠٠١م

☆ **شرح العقائد النسفية**، للتفتازاني، العلامة سعيد الدين مسعود بن عمر (ت٧٩٢هـ)، مكتبة المدينة، كراتشى، الطبعة الأولىٰ ١٤٣٠هـ- ٢٠٠٩م

☆ **شرح العقائد** إمام غزالي، للإمام سيدى زروق (ت٨٩٩هـ تقريباً)، النّورية الرضوية پبلشنگ كمپنى، لاهور، الطبعة الأولىٰ ١٤٣٢هـ- ٢٠١١م

☆ **شرح العقيدة الطحاوية**، للبابرتي، العلامة محمد بن محمد بن محمود الحنفي (ت٧٨٦هـ)، تعليق عبد السلام بن عبد الهادى شنّار، دار البيروتي، الطبعة الأولىٰ ١٤٣٠هـ- ٢٠٠٩م

☆ **شرح العقيدة الطحاوية**، للغنيمي، الشيخ الإمام عبد الغني بن طالب بن حمارة المَيداني الدمشقي (ت١٢٩٨هـ)، تحقيق محمد مطيع الحافظ و محمد رياض المالح، زمزم پبلشرز، كراتشى، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٥هـ- ٢٠٠٥م

☆ **صحيح البخارى**، للإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل الجُعفي

(ت٢٥٦هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ ـ ١٩٩١م

☆ **صحيح مسلم**، للإمام أبى الحسين مسلم بن الحجاج القشيرى (ت٢٦١هـ)، دارالأرقم، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ ـ ٢٠٠١م

☆ **الصَّوَاعِقُ المُحْرِقة** فى الرّد على أهل البدع و الزندقة، للهيتمى، المحدث أحمد بن حجر المكى (ت٩٧٤هـ/١٥٦٦م)، النورية الرضوية بلشنك كمپنى، لاهور، الطبعة الأولىٰ ١٤٣٣هـ ـ ٢٠١٢م

☆ **الطّريقة المحمدية** و السيرة الأحمدية، للبركلى، العلامة محمد بن پير على (ت٩٨١هـ)، تحقيق الدكتور محمد حسنى مصطفى، دار القلم العربى، سورية، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٣هـ ـ ٢٠٠٢م

☆ **عقائد السنية**، للعلامة عثمان بن عيسىٰ الصديقى الحنفى، مطبع فاروقى

☆ **العقيدة الطحاوية** (مع شرحه للبابرتى)، للإمام أبى جعفر أحمد بن محمد الطحاوى الحنفى (ت٣٢١هـ)،

☆ **الغُنية لطالبى** طريق الحق، للجيلانى، الشيخ عبد القادر (ت٥٦١هـ)، تحقيق و تعليق الشيخ يوسف بن محمود الحاج أحمد، مكتبة العلم الحديث، دمشق، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ ـ ٢٠٠١م

☆ **الفتاوىٰ الرضوية**، لإمام أهل السنّة، الإمام أحمد رضا بن نقى على خان الحنفى (ت١٣٤٠هـ)، رضا فاؤنديشن، لاهور

☆ **فتح القدير**، لابن الهمام، الإمام كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسى الحنفى (ت٨٦١ه)، دار احياء التراث العربى، بيروت

☆ **كتاب تلخيص المستدرك**، للذّهبى، الإمام شمس الدّين أبى عبدالله (متوفى٧٤٨هـ)، تحقيق، الدّكتور محمود مطرجى، دارالفكر، بيروت ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠٢م

☆ **كنز الدقائق**، للإمام عبد الله بن أحمد النسفى الحنفى (ت٧١٠ه)، المكتبة العصرية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٥هـ ـ ٢٠٠٥م

☆ **لمعات التنقيح** شرح مشكاة المصابيح، للدهلوى، الشيخ المحقق عبد الحق بن سيف الدين الحنفى (ت١٠٥٢ه)، مخطوط مصوّر

☆ **مجمع البحرين**، للسّاعاتى، الإمام مظفر الدين أحمد بن على الحنفى (ت٦٩٤هـ)، تحقيق إلياس قبلان، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٦هـ ـ ٢٠٠٥م

☆ **مجمع الزوائد** ومنبع الفوائد، للهيثمى، نورالدين على بن أبى بكر المصرى (ت٨٠٧هـ)، تحقيق عبد القادر عطا، دارُ الكتب العلمية، بيروت الطبعة الأولىٰ ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠١م

مدارك التنزيل وحَقَائق التَّأْوِيْل = تَفْسِيْرُ النَّسفى

☆ **المسامرة** شرح المسايرة، لأبى شريف، كمال الدين محمد بن محمد بن أبى بكر (ت٩٠٥ه)، النّورية الرضوية بلشنك كمپنى، لاهور

☆ **المسايرة** فى العقائد المنجية فى الأخرة، لابن الهمام، كمال الدين محمد بن عبد الواحد الحنفى (ت٨٦١هـ)، النّورية الرضوية بلشنك كمپنى، لاهور

☆ **المستدرك** على الصّحيحين، للحاكم، الإمام أبى عبدالله محمد بن عبدالله النّيسابورى (ت٤٠٥هـ)، دارالمعرفة، بيروت، الطّبعة الثّانية ١٤٢٧هـ ـ ٢٠٠٦م

☆ **المُسْنَد**، للإمام أحمد بن حنبل (ت ٢٤١هـ)، المكتب الإسلامى، بيروت

☆ **معالم التنزيل** (على هامش تفسير الخازن)، للبغوى، أبى الحسين بن محمود بن الفراء (ت٥١٦هـ)، شركه مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى وأولاده بمصر، الطّبعة الثّانية ١٣٧٥هـ ـ ١٩٥٥م

☆ **المعجم الكبير**، للطبرانى، الإمام أبى القاسم سليمان بن أحمد (ت٣٦٠هـ)، تحقيق مدى عبد المجيد السّلفى، داراحياء التُّراث العربى، بيروت، الطّبعة الثّانية ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠٢م

☆ **المقاصد الحسنة** فى بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة، للسخاوى، الإمام شمس الدين محمد بن عبد الرحمن (ت٩٠٢هـ)، صححه عبد الله محمد صديق، مكتبة محمدية، كراتشى

☆ **مكتوبات امام ربانى**، للمجدّد الألف الثّانى، الشّيخ أحمد بن عبد الأحد الفاروقى السّرهندى الحنفى (ت١٠٣٤هـ)، مكتبة أحمدية محمّدية، كوئٹة

☆ **مواهب اللدنية**، بالمنح المحمّديّة، للقسطلانى، العلاّمة أحمد بن محمد (ت٩٢٣هـ)، تعليق مأمون بن محىّ الدين الجنّان، دارالكتب العلميّة بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٦هـ ـ ١٩٩٦م

☆ **موسوعة الأحاديث** و الآثار الضعفة و الموضوعة، لعلى حسن على الحلبى وغيره، مكتبة المعارف، الرياض، الطبعة الأولىٰ ١٤١٩هـ ـ ١٩٩٩م

☆ **مِرْقَاةُ المَفَاتِيح** (شرح مشكاة المصابيح)، للقارى، الإمام على بن سلطان محمد الحنفى المعروف بالملّاعلى القارى (ت ١٠١٤هـ)، تحقيق الشّيخ جمال عيتانى، دار الكتب العلميّة، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠١م

☆ **مُسعفة الحُكّام** على الأحكام، للتمرتاشى، الإمام شيخ الإسلام أبى صالح محمد بن عبد الله الغزى الحنفى (ت١٠٠٤هـ)، تحقيق الدكتور سامر مازن القُبّج، دار الفتح، عمان، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٨هـ ـ ٢٠٠٧م

☆ **مُسْنَد أبى يعلى**، للإمام أبى يعلى أحمد بن على الموصلى (ت٣٠٧هـ)، تحقيق الشّيخ خليل مأمون شيحا، دار المعرفة، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٦هـ ـ ٢٠٠٥م

☆ **الناهية** عن طعن أمير المؤمنين معاوية رضى الله عنه، للفرهاروى، العلامة أبى عبد الرحمن عبد العزيز بن أحمد الحنفى الملتانى (ت١٢٣٩ه)،مكتبة الحقيقة، تركى، ١٤٠٤هـ

☆ **الهداية** شرح بداية المبتدى، للمرغينانى، الإمام أبى الحسن على بن أبى بكر الحنفى (ت٥٩٣هـ)، مكتبة البشرى، كراتشى، الطبعة الجديدة ١٤٣٢هـ ـ ٢٠١١م

☆ **هدايةُ الرُّواة**، للعسقلانى، الإمام الحافظ أحمد بن على بن حجر (ت٨٥٢هـ)، تحقيق على بن حسن الحلبى، دار ابن القيم و دار ابن عفّان، الطّبعة الأولىٰ ١٤٢٢هـ ـ ٢٠٠١م

☆ **اليمانيّات المسلولة**، للكورانى، الشيخ زين الدين بن يوسف، تحقيق د/المرابط محمد يسلم المجتبى، مكتبة الإمام البخارى، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠هـ ـ ٢٠٠٠م

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان کی سرگرمیاں

مدارس حفظ و ناظرہ

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت صبح و رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت صبح اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرِ نگرانی درس نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

دارالافتاء

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت مسلمانوں کے روزمرّہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے عرصہ دراز سے دارالافتاء بھی قائم ہے۔

مفت سلسلہ اشاعت

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے۔ جس کے تحت ہر ماہ مستند علماء اہلسنّت کی کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہے۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

ہفتہ واری اجتماع

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے زیرِ اہتمام نور مسجد کاغذی بازار میں ہر پیر کو رات بعد نمازِ عشاء فوراً ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ جس میں مختلف علماء کرام مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

کتب و کیسٹ لائبریری

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے۔ جس میں مختلف علماء اہلسنّت کی کتابیں مطالعہ کے لئے اور کیسٹیں سماعت کے لئے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔
خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔

روحانی پروگرام

تسکینِ روح اور تقویت ایمان کے لئے شرکت کریں
ہر شبِ جمعہ نمازِ تہجد اور ہر اتوار عصر تا مغرب ختم قادریہ اور خصوصی دعا